

فہرست مضامین

صفحہ	عنوان	نمبر شمار
7	نشان منزل از مترجم	1
53	حضرت سید غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شجرہ مبارکہ	2
55	فضیلت علم و علماء	3
56	چوبیس گھنٹے چوبیس فصلیں	4
59	مقدمہ: تخلیق کائنات کا آغاز	5
60	عقل، قلم	6
64	علم ظاہر، علم باطن	7
65	معرفت کی اقسام	8
66	عالم معرفت	9
70	فصل نمبر ۱ انسان اور وطن اصلی	10
75	فصل نمبر ۲ انسان اور منزل اسفل السافلین	11
77	فصل نمبر ۳ ارواح و اجسام	12
77	جسمانی شہر روحانی دکان	13
77	روحانی شہر روحانی دکان	14
79	روح سلطانی	15
80	بارہ اسمائے اصول	16
81	روح قدسی آخری اسمائے توحید	17
83	فصل نمبر ۴ علوم کی تعداد	18
89	فصل نمبر ۵ توبہ و تلقین	19

نمبر شمار	عنوان	نمبر شمار
153	فصل نمبر ۱۹ وجد اور صفا	41
154	وجد روحانی	42
158	فصل نمبر ۲۰ خلوت و عزلت نشینی	43
159	خلوت باطنی	44
164	فصل نمبر ۲۱ وظائف و اوراد خلوت نشینی	45
165	وضاحت	46
167	وضاحت	47
169	فصل نمبر ۲۲ خواب اور اونگھ کے مابین	48
169	واقعات کا ظہور	49
171	خواب نفسی	50
180	فصل نمبر ۲۳ تصوف اور اہل تصوف	51
183	صاحب باطن	52
184	فصل نمبر ۲۴ خاترہ	53

صفحہ	عنوان	نمبر شمار
90	تلقین ذکر	20
99	فصل ۱۶ اہل تصوف؟	21
99	حروف تصوف کے نکات	22
104	فصل نمبر ۷ ذکر و اذکار	23
106	فصل نمبر ۸ شرائط ذکر و اذکار	24
106	ظاہری طہارت	25
109	فصل نمبر ۹ دیدار الہی	26
114	فصل نمبر ۱۰ حجابات نورانی اور ظلماتی	27
116	فصل نمبر ۱۱ سعادت و شقاوت	28
118	حکایت عارف	29
120	معرفت خداوندی کیسے؟	30
121	علامات سعادت	31
125	فصل نمبر ۱۲ فقر و تصوف؟	32
130	ماتمی لباس	33
132	فصل نمبر ۱۳ طہارت و پاکیزگی	34
134	فصل نمبر ۱۴ نماز شریعت و پاکیزگی	35
137	فصل نمبر ۱۵ معرفت طہارت عالم تجرید؟	36
140	فصل نمبر ۱۶ زکوٰۃ شریعت و طریقت	37
143	فصل نمبر ۱۷ صوم شریعت و طریقت	38
146	فصل نمبر ۱۸ حج شریعت و طریقت	39
147	حج طریقت شرائط حج	40

نشان منزل

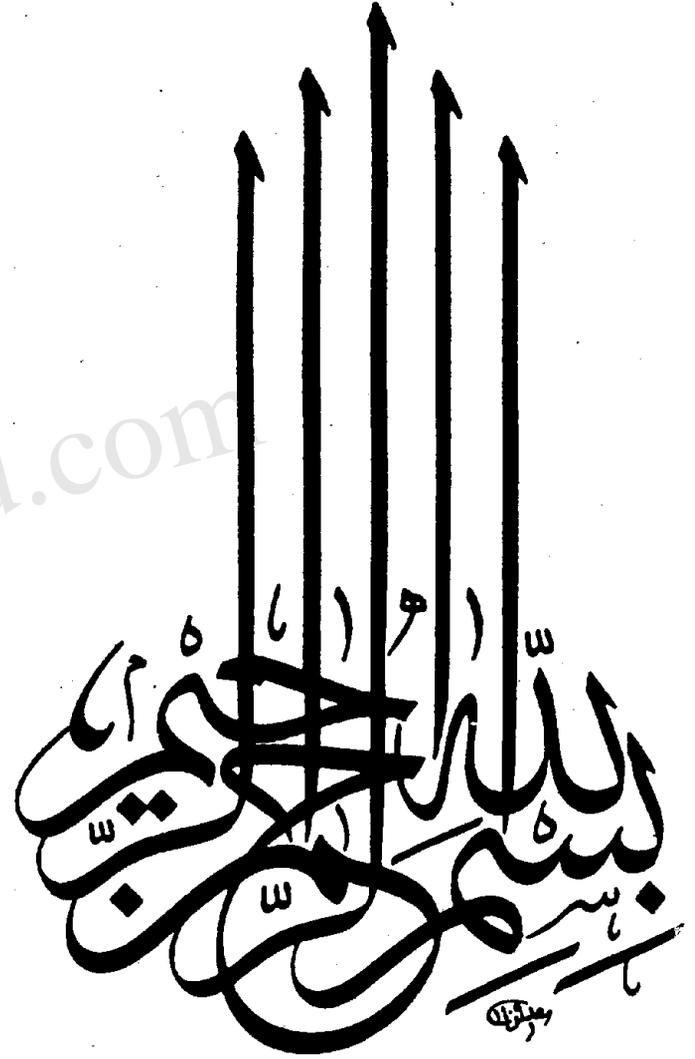
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
سیدنا غوث اعظم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

محمد منشا تائش تصوری

لاہور۔ مرید کے پاکستان

اہل بیت مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء میں حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد محبوبیت و مقبولیت کا جو مقام سیدنا غوث اعظم محبوب سبحانی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کو حاصل ہے اسکی مثال نہیں ملتی۔ اکابر امت محمدیہ نے نہ صرف جلیل القدر القاب و اوصاف سے آپ کے مناقب و قصائد بیان فرمائے بلکہ عقیدت و محبت کے عالم میں آپ کی حیات مقدسہ کو ضخیم ترین کتب کی صورت میں پیش کیا، آپ کے احوال و آثار اور سیرت و سوانح کو ہر زمانے کے اہل علم و قلم نے نظم و نثر میں مزین کیا۔ دنیا کی ہر زبان آپ کی مبارک زندگی کی ترجمان ہے۔ نیز ہر مذہب و مسلک کے فضلاء کی تصانیف آپ کی ذات ستودہ کمال پر بکثرت پائی جاتی ہیں۔ آپ کی شہرت کا آفتاب آج بھی نصف النہار پر ہے۔ جبکہ آپ ۴۷۰ھ بمطابق ۱۰۷۸ء کو شمالی فارس میں بحیرہ خزر (کسپین) کے جنوبی ساحل پر گیلان نامی زرخیز صوبہ کی ایک بستی نیف میں پیدا ہوئے۔ بعض نے اس بستی کا نام بسنیر بھی لکھا ہے۔

حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد ماجد کا اسم گرامی ابوصالح سید موسیٰ جنگلی دوست اور والدہ ماجدہ کا نام نامی ام الخیر امتہ الجبار سیدہ فاطمہ بنت سید عبداللہ صومعی ہے۔ آپ والد ماجد کی طرف سے حسنی اور والدہ ماجدہ کی طرف سے حسینی نسب رکھتے ہیں اسی لئے آپ کو نجیب الطرفین سید کہا جاتا ہے۔



مولانا شاہ احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

تو حسینی حسنی کیوں نہ محی الدین ہو

اے خضر مجمع بحرین ہے چشمہ تیرا

حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے سن ولادت مدت عمر اور وصال

شریف کے متعلق کسی نے کیا خوب لکھا ہے۔

إِنَّ بَارَءَ اللَّهِ سُلْطَانَ الرِّجَالِ

جَاءَ فِي عِشْقِي وَ مَاتَ فِي كَمَالِ

پیشک آپ شہباز الہی اور شہنشاہ اولیاء کرام ہیں۔ آپ عشق میں جلوہ افروز

ہوئے اور کمال عشق میں وصال فرمایا:

قاعدہ حروف ابجد کے حساب سے مادہ تاریخ ولادت ”عشق“ ہے جس

سے ۴۷۰ کے عدد برآمد ہوتے ہیں اور مدت عمر ”کلمہ“ کمال سے ظاہر ہے جس

کے عدد ۹۱ ہیں جبکہ کمال عشق کی صورت میں کل عدد ۵۶۱ بنتے ہیں جو تاریخ

وصال پر شاہد ہیں۔

قارئین کرام! خود ہی تصور فرمائیے! جس ہستی مقدس کا ظہور عشق میں اور وصال

کمال عشق پر ہو اس ذات عظمت نشان کے فضائل و کمالات کا اندازہ کون لگا سکتا

ہے۔

تعلیم و تربیت

ابھی آپ بچے ہی تھے کہ والد ماجد وصال فرما گئے۔ آپ کے نانا جان حضرت

سید عبداللہ صومعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے پرورش فرمائی۔ ابتدائی تعلیم انہی کی زیر نگرانی

اپنے مولد میں ہی پائی۔ پھر ۴۸۸ھ ۱۰۹۵ء کو اٹھارہ سال کی عمر میں بغداد

شریف پہنچے اور جلیل القدر علمی و روحانی شخصیات کے تفسیر و حدیث فقہ اور تصوف

کے علاوہ دیگر علوم و فنون میں کمال پایا۔ ساتھ ہی ساتھ ریاضت و مجاہدہ کے دشوار

گزار مرا حل بھی طے کئے۔

عملی زندگی

۱۱۴۷ھ/۱۱۴۷ء کو محلہ برانیہ میں آپ نے اپنی پہلی تقریر سے تبلیغ اسلام کا

آغاز فرمایا۔ محلہ باب الازج میں حضرت شیخ ابوسعید مخزومی کا مرکزی دارالعلوم تھا

جسے انہوں نے آپ کے سپرد کر دیا۔ پھر اطمینان قلب سے وہاں پر آپ نے

درس و تدریس، تعلیم و تعلم، افتاء و وعظ اور علمی اور عملی اجتہاد و جہاد کا کام شروع

کیا۔ تشنگان علوم شریعت و طریقت پروانہ وار آپ کی خدمت میں آنے لگے جگہ

کی کمی کے باعث مدرسہ کو وسعت دی گئی۔ حتیٰ کہ ۱۱۳۳/۱۵۳۸ء کو یہ دارالعلوم

پایہ تکمیل تک پہنچا اور آپ کی نسبت سے جامعہ قادریہ کے نام سے شہرہ آفاق ہوا۔

حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وعظ و تبلیغ، درس و تدریس اور

افتاء کا جو سلسلہ ۵۲۱ھ سے شروع کیا تھا وہ ظاہری حیات کے آخری سانس ۵۶۱

ھ تک جاری رکھا اس طرح آپ نے ”ستروے“ سال تک مسلسل محنت شاقہ سے

خدمت اسلام فرمائی۔ لسانی جہاد کے ساتھ ساتھ قلمی میدان میں بھی آپ نے

گراں قدر خدمات انجام دیں۔ آپ کی تصانیف خاص و عام کیلئے آج بھی خضر راہ

ہیں۔ الفتح الربانی، فتوح الغیب، سراسر غنیۃ الطالبین اور قصیدہ غوثیہ خصوصیت

سے قابل ذکر ہیں۔ غنیۃ الطالبین کے متعلق بعض کلام کرتے ہیں کہ یہ آپ کی

طرف منسوب ہے۔ (واللہ تعالیٰ وحیبہ الاعلیٰ اعلم)

صاحب علم و قلم، نازش معرفت، حامل نور فراست حضرت صاحبزادہ پیر سید

نصیر الدین نصیر گیلانی قادری چشتی گولڑوی دامت برکاتہم زیب سجادہ آستانہ عالیہ

گولڑہ شریف، حضرت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشہور زمانہ القاب

کے سلسلہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

”جہاں حسن و محبت اور ارادت و عقیدت کی نیرنگیاں عجیب اور اسکی رسمیں

بلاشبہ جغرافیائی سرحدوں کی قیود سے آزاد ہوتی ہیں۔ محبوب کی ہر ادا اور اس کے ہر شیوہ انداز کی مناسبت سے محبت اُسے ایک نئے نام سے پکار کر تسکین کا سامان فراہم کرتا ہے تصرفاتِ غوثیہ کی بناء پر دنیا کے مختلف حصوں میں ارادت مندانِ غوث پاک آپ کو نہ معلوم کن کن ناموں سے یاد کرتے ہوں گے۔ حضرت شاہ بے نیاز چشتی نظامی بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ (م: ۱۲۵۰ھ) کہہ اٹھے کہ

شہباز لامکانی، مظہر رب قدیر

حضرت محبوب سبحانی، شہ پیران پیر

وہ مسلمہ اور مشہور زمانہ القاب جو صرف آپ ہی کی ذات سے مخصوص ہیں۔

○ غوث اعظم ○ غوث پاک ○ پیران پیر ○ پیر دنگیر ○ محبوب سبحانی ○
شاہ جیلانی ○ غوث صدیقی ○ میراں محی الدین ○ غوث الثقلین ○ گیارہویں
والے پیر ○ شہنشاہ بغداد (نام و نسبت صفحہ ۵۹۷)

مناقبِ غوثیہ

اکابر اسلام اولیائے رفیع الشمام، علمائے اعلام، حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے فضل و کمال اور فضائل و مناقب میں ہمیشہ رطب اللسان رہے جو آپ کے علوم مرتبت اور منازل کمالیت پر دلالت ہے۔ حضرت سلطان الہند، غریب نواز خواجہ خواجگان سید معین الدین چشتی اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو رشتہ میں آپ کے خالہ زاد بھائی کہے جاتے ہیں یوں منقبت خواں ہیں۔

یا غوث معظم، نور ہدیٰ، مختار نبی، مختار خدا

سلطان دو عالم قطب علی، حیراں زجلالت ارض و سما

گرداد مسیح بہ مردہ رواں، دادی تو بدین محمد جاں

ہمہ عالم محی الدین گویاں، بر حسن جلالت گشتہ فدا

حضرت خواجہ غلام محی الدین قصوری دائم الحضور رحمہ اللہ تعالیٰ یوں اظہار

عقیدت کرتے ہیں۔

داؤد خدا قرب آچنناں کس نیست یارائے بیباں

پائے شریفش رامکان برگردن کل اولیاء

باشد کرامتہائے او چوں معجزات مصطفیٰ

خارج سے حد بیرون زعد حدش نداند جز خدا

حضرت شیخ احمد کشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ کیا خوب فرماتے ہیں

وَبِسْمِ اللّٰهِ مِنْهُ کُنْ مِنَ اللّٰهِ

اِذْ اَفْتٰی وَصَفُّهُ، وَصَفَّ التَّعَالٰی

حضرت مولانا مفتی غلام سرور لاہوری رحمہ اللہ تعالیٰ صاحب خزینہ الاصفیاء

وگلدستہ کرامات یوں منقبت خواں ہیں۔

سر ہر اہل دین پر ایک سرور غوث اعظم ہیں

شہ شاہاں ہیں کل ولیوں کے افسر غوث اعظم ہیں

عجب انوار حق تاباں ہیں ان کی ذات عالی سے

مہ چرخ ہدیٰ خورشید انور غوث اعظم ہیں

جواہر بیش قیمت ہیں وہی کان ولایت کے

نبوت کے صدف میں ایک گوہر غوث اعظم ہیں

وہی ہیں پردہ دار خاص اسرار خداوندی

سرکون و مکان پر ایک چادر غوث اعظم ہیں

ولی والی ولایت کے شہ عالی کرامت کے

دلیر و دلربا، دلخواہ و دلبر غوث اعظم ہیں

سند بس ہے مریدی لائحہ دنیا و عقبی میں

تجھے کیا ڈر ہے سرور جس کے سر پر غوث اعظم ہیں

قَدِمِي هَذِهِ عَلَي رَقَبَةِ كُلِّ وَلِيِّ اللَّهِ

حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ معرکتہ آرا ارشاد اپنے اندر علوم و عرفان کا ایک جہاں آباد کئے ہوئے ہے۔ اکابر ملت اور اولیائے امت آپ کے اس ولایت پرور اعلان پر اپنے سرخم کرتے آرہے ہیں۔ صاحبان معرفت و حاملان فراست نے آپ کی باسعادت سے صدیوں پہلے بشارت فرما دیا تھا کہ ایک دن یہ کلمات برسبر منبر شہنشاہ بغداد محبوب سبحانی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ اعلانیہ فرمائیں گے اور روئے زمین پر جہاں جہاں بھی اولیائے کرام قیام پذیر ہونگے وہ اس ارشاد عالی "قَدِمِي هَذِهِ عَلَي رَقَبَةِ كُلِّ وَلِيِّ اللَّهِ" کو سماعت کرتے ہی اپنی گردنوں کو جھکا دیں گے۔ چنانچہ اسلاف کی بشارتوں کے عین مطابق جب آپ بغداد شریف کی جامع مسجد کے منبر شریف پر جلوہ افروز ہوئے تو بالہام الہی آپ فرمانے لگے "قَدِمِي هَذِهِ عَلَي رَقَبَةِ كُلِّ وَلِيِّ اللَّهِ" تو یہ سنتے تمام حاضر و علماء و گردنیں خم کیں اور جب یہ آواز اکناف عالم میں پھیل گئی تو کائنات میں موجود تمام اولیاء اللہ نے اپنی اپنی گردنیں جھکا دیں۔

بعض تذکروں میں عرب و عجم کے ایسے مشائخ کی فہرست بھی موجود ہے۔ ایک روایت کے مطابق حرمین شریفین، عراق، شام، یمن، حبشہ، کوفہ، قاف سراندیپ اور دنیا کے مختلف مقامات پر حضور سیدنا غوثیت مآب کے اس ارشاد گرامی پر ۳۱۳ عظیم المرتبہ اور جلیل القدر مشائخ نے اپنی گردنیں جھکائیں اور تمام اولیائے کرام ابدال اور رجال الغیب نے تہنیت پیش کی۔ اسلئے کہ آپ کا یہ ارشاد بہ امر الہی تھا اور متعدد مشائخ کبار اس اعلان کی پیش گوئی فرما چکے تھے۔ (نام و نسب صفحہ ۵۸۸، ۵۸۷)

حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی ولادت باسعادت رفعت و منزلت جلال شان مقام و مرتبہ جو ازل سے ہی آپ کو ودیعت ہو چکا تھا آپ کی آمد آمد

سے قبل بشارات کی صورت میں اولیاء کرام اور مشائخ عظام بغیر کسی ابہام کے واضح فرما چکے تھے۔ بطور تبرک چند ائمہ امت اور اولیائے ملت کے ارشادات و ملفوظات پیش کرنے کی سعادت حاصل کیا چاہتا ہوں۔

حضرت سیدنا خواجہ اولیس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

علامہ عبدالقادر قادری بن شیخ محی الدین اربلی قادری رحمہ اللہ تعالیٰ "منازل الاولیاء فی فضائل الاصفیاء" کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں۔ "حضرت سیدنا عمر بن خطاب فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت سیدنا علی المرتضیٰ عنہ نبی کریم مخر صادق رسول اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حسب وصیت حضرت اولیس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچے۔ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مبارک جبہ آپ کا سلام اور امت محمدیہ کیلئے دعا کا پیغام پہنچایا، حضرت خواجہ اولیس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سنتے ہی سجدے میں چلے گئے اور امت مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کیلئے دعائے مغفرت کی۔

ندا آئی اپنا سر اٹھائیے۔ میں نے تمہاری شفاعت سے نصف امت کو بخش دیا۔ اور باقی نصف کو اپنے محبوب غوث اعظم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی شفاعت سے بخشوں گا۔ عرض کی الہی! تیرا محبوب کون ہے؟ ندا آئی۔ (ہو محبوبی و محبوب حبیبی و حجتنا علی اهل الارض و قدماء علی رقاب الاقطاب والاولیاء الاولین والاخرین سوی الصحابة والائمة ومن یقبلہ یکن احبابی)

وہ میرا محبوب اور میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا محبوب ہے۔ قیامت تک ہماری طرف سے اہل زمین کیلئے حجت ہوگا۔ صحابہ کرام اور ائمہ اہل بیت کی سوا تمام اولین و آخرین کی گردنوں پر اس کے قدم ہوں گے اور جو اس اعلان پر عمل پیرا ہوگا وہ میرے احباب میں سے ہوگا۔

حضرت جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ نے خطبہ جمعہ کے دوران بشارت دی کہ ”پانچویں صدی ہجری میں رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اولاد اطہار میں سے جیلان میں ایک قطب عالم پیدا ہوگا جس کا لقب محی الدین اور نام عبدالقادر ہوگا۔

هو الغوث الاعظم ويكون مأمورا بان يقول قدمي هذه علي رقبة كل ولئي وولية لله من الاولين والآخرين، سوى الصحابة والائمة من ذرية خاتم النبين صلي الله عليه وآله وصحبه اجمعين ۝

وہ غوث اعظم ہونگے، انہیں یہ اعلان کرنے کا حکم دیا جائے گا کہ میرا یہ قدم صحابہ کرام اور ائمہ اطہار کے علاوہ اولین و آخرین کے ہر ولی اور ولیہ کی گردن پر ہے۔

حضرت شیخ ابوبکر ہوار بطاحی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک دن اپنی مجلس میں فرمایا:
سوف يظهر بالعراق رجل من العجم عالی المنزلة عند الله والناس سمہ عبدالقادر مسکنہ ببغداد ويقول قدمي هذه علي رقبة كل ولي الله ۝

عنقریب عراق میں ایک عجمی مرد ظہور پذیر ہوگا جو اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے نزدیک بلند مرتبہ ہوگا۔ اس کا نام نامی عبدالقادر اور اس کی سکونت بغداد شریف میں ہوگی۔ جو اعلان فرمائے گا، میرا یہ قدم اللہ تعالیٰ کے تمام اولیاء کی گردن پر ہے ایسی روایات کا منظوم خلاصہ اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی علیہ رحمۃ اللہ یوں رقم طراز ہیں۔

واہ کیا مرتبہ اے غوث ہے بالا تیرا
اونچے اونچوں کے سروں سے ہے قدم اعلیٰ تیرا
ایک اور منقبت میں عقیدت کے یوں موتی بکھیرتے ہیں:

الوہیت نبوت کے سوا تو تمام انفضال کا قابل ہے یا غوث نبی کے قدموں پر ہے جز نبوت کہ ختم اس راہ میں حائل ہے یا غوث الوہیت ہی احمد ﷺ نے نہ پائی نبوت ہی سے تو عاقل ہے یا غوث صحابیت ہوئی پھر تابعیت بس آگے قادری منزل ہے یا غوث ہزاروں تابعی سے تو فزوں ہاں وہ طبقہ مجملًا فاضل ہے یا غوث

حضرت امام شیخ ابو یعقوب یوسف ہمدانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں نے ۴۶۸ھ میں حضرت شیخ ابواحمد عبداللہ جوی، حتیٰ سے سنا وہ فرمایا کرتے تھے کہ عنقریب سرزمین عجم میں سعادت مند بچہ پیدا ہوگا جو کرامات عظیمہ منازل جلیلہ کا حامل ہوگا اور تمام اولیائے کرام کے ہاں اسے پوری طرح مقبولیت کا شرف حاصل ہوگا۔ وہ اعلانیہ فرمائیں گے۔ قدمی هذه علي رقبة كل ولي الله..... (الی آخرہ) میرا یہ قدم تمام اولیائے کرام کی گردنوں پر ہے اور تمام ہم عصر ولی اپنی گردنیں ان کے قدموں میں بچھا دیں گے جس کے باعث انہیں اہل زمان پر فضیلت حاصل ہوگی اور وہ ان کی زیارت کے فیضان و برکات سے بہرہ مند ہوں گے۔

یوں ہی حضرت شیخ تاج العارفین ابوالوفا، حضرت شیخ عقیل منجی، حضرت شیخ علی بن سناری، حضرت حماد بن مسلم دباس، رحمہم اللہ تعالیٰ ایسے بہت اکابر اولیاء کرام نے آپ کی عالم دنیا میں جلوہ گری سے قبل بشارت سے نوازا تھا۔ اب وہ

بشارت زیب نظر کی جاتی ہے۔ جس سے براہ راست آپ مستفیض ہوئے۔ میرے پیش نظر حضرت شاہ غلام علی دہلوی نقشبندی مجددی رحمہ اللہ تعالیٰ کے ملفوظات گرانما یہ پر مشتمل کتاب ”درالمعارف“ ہے جسے آپ کے جلیل القدر خلیفہ حضرت شاہ رؤف احمد نقشبندی مجددی علیہ الرحمۃ نے جمع کیا جس کے کئی ایڈیشن برصغیر پاک و ہند میں شائع ہوئے یہ کتاب دیگر ممالک میں بھی طباعت سے آراستہ ہوئی میرے پاس جو نسخہ ہے ترکیہ استنبول مکتبہ اشیق سے چھپا ہے جس کا سال طباعت ۱۳۹۳ھ / ۱۹۷۴ء ہے۔ اس میں یہ ایمان افروز ملفوظ اقدس موجود ہے جس سے سیدنا غوث اعظم کی عظمت خصوصاً اعلان غوثیہ کا تذکرہ مرقوم ہے۔ حضرت شاہ رؤف احمد نقشبندی مجددی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

”غلام بھخور قبلہ خاص و عام حاضر گردید حضرت ایشاں قلبی و روحی فدائے ارشاد فرمودند کہ حضرت غوث اعظم محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خرد و سال بودن و دران عہد یک عارف کامل و غوث وقت در بغداد بود کہ گاہے از نظر مردمان غائب می شد۔ و گاہے حاضر حضرت غوث الاعظم برائے زیارت آن بزرگ لہ رفتند در اثناء راہ دیگر شخصے ملاقی شدہ گفت شما کجا میروید ایشاں فرمودند برائے زیارت آل بزرگ۔ آن شخص گفت من نیز در آن جا میرم و امتحان کمال خواہم کرد پس شخصے دیگر ابن سقہ آمد و گفت کہ من ہم بزد آن بزرگ میرم و یک مسئلہ پرسم کہ جواب از آن نیاید جوں حضرت غوث الاعظم مع آن دو کساں بخدمت بزرگ رسیدند آن بزرگ فرمودند آن ہر دو کساں را کہ شما نزد من برائے امتحان آمدہ اید مسئلہ شما این است و جواب شماراں مسئلہ ہر یک و جواب ہر یک فرمودند۔ بعد از اں یک کس را فرمودند کہ تو در دنیا غرق باد۔ چنان شد و یک کس را فرمودند کہ ایمان تو سلب کردہ شد۔

اتفاقاً آن شخص عقد خود از دختر امیر نصرانیاں نمود و نصاریٰ شد بوقت نزاع

اور گفتند کہ تو عالم و حافظ کلام اللہ بودی۔ چیزے یاد داری گفت ہمہ فراموش از دلم گروید مگر یک آیت یاد دارم و آن لیست رُبَمَا يُوذُّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ كَانُوا الْمُسْلِمِينَ (پ سورہ)

پس آن بزرگ حضرت غوث الاعظم را فرمودند کہ شما اللہ دریں جا آمدہ آید مرتبہ شما بلند خواہد شد و می بینم کہ شما بر منبر استادہ خوانید گفت کہ قَلَمْتِي عَلَى رَقَبَةِ كُلِّ اَوْلِيَاءِ اللّٰهِ اَيْضًا حضرت ایشاں فرمودند کہ حضرت حماد دباس ہم حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ را نیز ہمیں بشارت دادہ بودند۔

(ترجمہ) غلام حضور قبلہ خاص و عام (شاہ غلام علی دہلوی علیہ الرحمۃ) کی خدمت میں حاضر ہوا (میرا دل و جان ان پر قربان ہو) وہ فرما رہے تھے کہ حضرت غوث الاعظم محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بچپن میں تھے کہ اسی زمانے میں ایک ایسے بزرگ بغداد شریف میں تشریف لائے جنہیں یہ کمال حاصل تھا کہ وہ کبھی کبھی لوگوں کی نگاہ سے اوجھل ہو جاتے کبھی حاضر:

حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس بزرگ کی زیارت کیلئے جا رہے تھے کہ ایک اور شخص کی سرراہ ملاقات ہو گئی۔ اس نے کہا۔ آپ کہا جا رہے ہیں۔ فرمایا فلاں بزرگ کی زیارت کیلئے۔ وہ کہنے لگا میں بھی وہاں چلتا ہوں اور ان کے کمال کا امتحان لوں گا۔ پھر اسی اثناء میں سقہ نامی ایک شخص آیا۔ اس نے کہا میں بھی تمہارے ساتھ چلتا ہوں۔ ان سے میں ایک ایسا مسئلہ دریافت کروں گا جس کا وہ جواب نہیں دے سکیں گے۔

جب حضرت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ ان دونوں کے ساتھ اس بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فرمایا یہ دو شخص میرا امتحان لینے آئے ہیں! ان میں سے ایک کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا تو دنیا کی محبت میں فنا ہو جائے گا۔ پس پھر ویسے ہی ہوا اور دوسرے شخص سے فرمایا تمہارا ایمان سلب ہو جائے گا۔

(مرتب ہو کر مرے گا)

اتفاقاً اس شخص نے ایک عیسائی حکمران کی لڑکی سے نکاح کیا اور عیسائیوں سے جا ملا۔ جب اس پر نزع کا عالم طاری ہوا تو کسی شخص نے اسے کہا تم حافظ عالم تھے۔ اس وقت تجھے کوئی بات یاد رہی؟ وہ بولا سب کچھ سلب ہو گیا ہے البتہ ایک آیت یاد ہے پھر کافر تمنا کریں گے کاش کہ ہم مسلمان ہوتے۔

بعداً اس بزرگ نے حضرت سید غوث اعظم رضی اللہ عنہ سے فرمایا آپ صرف اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کیلئے آئے ہو۔ تمہارا مرتبہ بہت بلند ہوگا اور میں دیکھے رہا ہوں کہ تم برس برس جلوہ افروز ہو کر قَدَمِی عَلٰی رَقَبَةِ کُلِّ اَوْلِیَاءِ اللّٰهِ میرے یہ دونوں قدم تمام اولیائے کرام کی گردنوں پر ہیں۔ نیز حضرت غلام علی دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا دباس بھی ایسی بشارت سے شاد کام ہو چکے تھے۔ (در المعارف طبع استنبول ترکی ص ۵۴، ۵۵)

”برسبیل تذکرہ“

اس روایت کو میں نے شیخ المشائخ حضرت الحاج صاحبزادہ میاں جمیل احمد صاحب شرقپوری نقشبندی مجددی دامت برکاتہم زیب سجادہ آستانہ عالیہ شرقپور شریف کی خدمت میں پیش کیا تو آپ نے ہر بار فرمایا اس میں شک ہی کیا ہے بالکل صحیح ہے۔

حضرت شیر ربانی میاں شیر محمد صاحب نقشبندی مجددی شرقپوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام نامی اسم گرامی کو بطور وظیفہ یوں درج کر رکھا ہے: یا شیخ عبد القادر جیلانی شیبناً للہ مزید یہ ہے مجھے کئی مرتبہ آپ کی معیت میں شرقپور شریف سے لاہور اور لاہور سے شرقپور شریف جانے کی سعادت حاصل ہوئی۔ جب بھی آپ کا لاہور کچھری روڈ سے سکیاں پل کی طرف جانا ہو تو کچھری روڈ کے کنارے ایک بورڈ پر غوث اعظم (روڈ)

بڑی خوبصورتی سے لکھا ہوا ہے۔ میاں صاحب کی جیسے ہی اس بورڈ پر نظر پڑتی ہے آپ اپنا سر جھکا دیتے ہیں۔ اور ہاتھ سے اسکی طرف اشارہ کر کے غوث اعظم اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت اقدس میں سلام پیش کرتے ہیں یہ عمل آپ کا وظیفہ بن چکا ہے۔ جب بھی گزرتے ہیں۔ یوں ہی سلام کرتے ہیں۔ مولیٰ تعالیٰ آپکا سایہ عالم اسلام پر قائم رکھے اور آپ کے روحانی فیوضات سے لوگ ہمیشہ مستفیض ہوتے رہے (تابش قصوری)

لطائف عجیبہ

بعض لوگوں کو حضور سیدنا غوث پاک رضی اللہ عنہ کا یہ الہامی اعلان ہضم نہ ہوا تو انہوں نے اپنے ظن کے سامنے سر تسلیم ختم کرتے ہوئے اسے سکر سے تعبیر کیا۔ پھر سکر و صحو پر دور کی کوڑیاں لانی شروع کیں جیسے جیسے ”سکر و صحو“ کی رسی دراز ہوتی گئی ویسے ویسے ان پر سکر کا غلبہ ہوتا گیا اور نہ جانے پھر وہ اس کی مستی میں زبان و قلم سے کیا کیا گل کھلانے لگے برا ہوا ایسی خواہشات نفسانیہ کا جو اعتراف حقیقت کی بجائے اندھی غاروں میں دھکیل دیتی ہیں اور پھر ظن و تخمین کے پوجاریوں کو کچھ بھی نہیں سوجھتا وہ اندھیروں میں ٹامک ٹویاں مارتے پھرتے ہیں۔

سیدمی سی بات ہے۔ جب حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس ارشاد کی بشارتیں آپکی جلوہ گری سے قبل ہی مشائخ وقت دیتے آئے ہیں تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ ان تمام اولیائے کرام نے یہ کلمہ ”سکر“ کی حالت میں کہا تھا؟ پھر یہ ایک دو کی بات نہیں متعدد حضرات نے اپنے اپنے دور میں اسکے بارے بالوضاحت فرمایا ہے۔ اگر ان تمام پر اپنے اپنے زمانہ میں سکر طاری ہو گیا تھا تو پھر ان میں سے کسی ایک نے اسے اپنے لئے ہی کہہ دیا ہوتا قَدَمِی عَلٰی رَقَبَةِ کُلِّ اَوْلِیَاءِ اللّٰهِ ”میرا یہ قدم تمام اولیائے جہان کی گردنوں پر

ہے۔

مگر ایسی کوئی ضعیف سے ضعیف سند یا روایت نہیں ملتی۔ پس لامحالہ پتہ چلا کہ انہوں نے حالت صحو میں ہی بشارتیں دی تھیں اور پھر آپ کا یہی اعلان ان کی ولایت کا مُصدق ہوا۔

سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی طرف سے یہ اعلان اگر بالفرض ”سکر“ کی حالت کا مانا جائے تو کیا آپ پر اسکے بعد صحو کی کیفیت طاری ہی نہیں ہوئی؟ اور حالت سکر میں ہی راہی بقاء ہو گئے تھے؟ اگر نہیں اور ہرگز ہرگز نہیں اسلئے کہ اس اعلان عظمت نشان کے بعد آپ تقریباً چالیس سال تک دنیوی زندگی سے سرفراز رہے تو ظاہر ہے اتنے طویل عرصہ تک آپ حالت سکر میں نہیں رہے۔ بلکہ صحو کی عظیم ترین منازل پر فائز رہے۔ اس صحو کے طویل عرصہ حیات میں کہیں ثابت نہیں کہ آپ نے کبھی اس اعلان کی تردید کی ہو یا اظہارِ ندامت فرمایا ہو کہ مجھ سے حالت سکر میں یہ کلمات سرزد ہوئے تھے بلکہ آپ کے مواعظ و خطابات خطبات سے مزید تائیدی دلائل میسر ہوتے ہیں۔ یہ تو ایک جملہ معرضہ ہے بعض تو ”قصیدہ غوثیہ شریف“ کو بھی آپ کے سکر کا کارنامہ قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ اسے بھی مذکورہ بالا گرفت کی روشنی پر محمول کیا جاسکتا ہے۔

سید عالم نبی مکرم رسول معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد پر جب شاعر دربار رسالت حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ اشعار پڑھے۔

وَأَحْسَنَ مِنْكَ لَمْ تَرْقُطْ عَيْنٍ
وَأَجْمَلَ مِنْكَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءَ
خَلَقْتَ مُبْرَأً مِّنْ كُلِّ غَيْبٍ
كَأَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَاءُ

تو اب یہ محض حضرت سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شعر نہ

رہے۔ یہ حدیث بن گئے اس لئے کہ محدثین کرام کا ضابطہ ہے نبی کا قول، فعل، تقریر حدیث سے لہذا یہ اشعار حدیث تقریری کا درجہ رکھتے ہیں۔ بعینہ حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب یہ اعلان فرمایا قَدِمِي هَذَا عَلَي رَقَبَةِ كُلِّ وَلِيٍّ اللَّهُ أَمْرٌ بِالْفَرْضِ حَالَتِ سَكْرٍ فِيهِ فَرْمَايَا هُوَ تَبَّ بِي سَكْرٍ كَيْفِيَّتِ سَعَى نَكَلٍ كَرَّحُو كَعِ دَرَجَةٍ فِي دَاخِلٍ هُوَ كَيْفِيَّتِ مَدَتِ الْعَمْرَ آتِي اس دار فانی میں بڑی شان و شوکت سے زندگی بسر کرتے رہے آخر ۵۶۱ھ اکانوے (۹۱) سال کی طویل عمر پا کر واصلِ بخت ہوئے۔

معرض کے ہاتھ میں جب کچھ نہ آیا تو عظمت و شان اولیاء کرام کا سہارا لیکر حضور سیدنا غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف یوں نسبت کرنے لگے کہ یہ کوئی عزت کی بات نہیں کہ اولیاء اللہ کی گردنوں کو اپنے پاؤں سے روندنا شروع کر دیں یا انہیں پامال کریں یہ عقل و دانش سے بعید ہے تو پھر اس ارشادِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء سے متعلق کیا فیصلہ کریں گے؟

الجنة تحت اقدام امهات: جنت ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے۔ ان ظاہری کلمات کے پیش نظر ماں کے قدموں میں جنت تلاش کریں گے تو کیا پاسکیں گے؟ ظاہر ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد حق و صداقت پر مبنی ہے۔ مراد اقدام امہات سے والدہ کی انتہائی محبت و احترام سے خدمت بجالانا ہے۔ اس ارشاد میں ماں کی شان و عظمت کو اجاگر کیا گیا ہے۔ کہ میرے امتیوں جنت سے تم دور نہیں ہو۔ آؤ اپنی ماں کا ادب و احترام کرو، جنت پالو گے! یوں ہی الحجۃ تحت ضلال السیوف کو قیاس کریں تو محسوس کریں گے کہ اعلان غوثیہ اس طرف مشیر ہے کہ غوث اعظم کی عظمت و رفعت، علو مرتبت و منزلت اور آپ کی شان و شوکت کا اس طرح اعتراف کر لو گویا کہ تم لوگوں نے ان کے سامنے گردنیں جھکا دیں ہیں اور وہ ذات کریم سے شفقت تمہارے سروں کو اپنے

قدم مہمبت لزوم سے بہرہ مند فرما رہی ہے۔ کیا اتنا سا کام بھی نہیں کر سکتے قرآن پاک اور احادیث مبارکہ میں بیسیوں مثالیں پائی جاتی ہیں جنکے ظاہری لغوی معنی اور ہیں جبکہ حقیقی و اصطلاحی معانی کچھ اور ہیں۔

حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس اعلان عظمت نشان کے بعد آج تک روئے زمین اور مشارق و مغارب میں نہ جانے کتنے اولیاء کرام اقطاب و ابدال، اغیاث داوود، عرفاء، صلحاء، مقبولان اللہ تشریف لائے۔ شریعت و طریقت معرفت و روحانیت کی منازل طے کیں، کیا کسی ایک کو بھی خیال نہ آیا کہ ہمیں جن مقامات و کرامات سے اللہ نے نوازا ہے انہیں بروئے عمل لاتے ہوئے غوث اعظم سے دریافت کر لیں کہ اس ارشاد کی حقیقت کیا ہے؟ سیر و سوانح اور تواریخ اولیاء اس سلسلہ میں کلی طور پر خاموش ہیں۔ آخر کیوں؟ فقہی مسئلہ ہے کہ بعض اوقات خاموشی رضا پر دلالت کرتی ہے۔ چنانچہ آج تک تشریف لائے والے بے حساب و لاتعداد اولیاء کرام مشائخ عظام کی خاموشی از خود اس الہامی اعلان کی صداقت کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ یہ ارشاد حق و صداقت پر مبنی ہے بلکہ اس کے برعکس ہر ایک سلسلہ طریقت کے اکابر تو اپنی تصانیف کو منظوم و منثور مناقب و قصائد غوثیہ سے مزین و مرصع کرتے آرہے ہیں۔

برسبیل تذکرہ

راقم السطور آج (۱۳۲۳ھ/۲۰۰۲ء) چالیس سال قبل (۱۹۶۲ء/۱۳۸۲ھ) دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف (ضلع اوکاڑہ) میں استاذ الاساتذہ استاذی المکرم فقیہ اعظم مولانا الحاج ابو الخیر محمد نور اللہ العسیمی الاشرافی القادری رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں علوم و عرفان کی دولت عظمیٰ سے شاد کام ہو رہا تھا کہ ربیع الثانی ۱۳۸۲ھ کے عرس غوثیہ کا آپ نے اہتمام فرمایا۔ میں نے سوچا اس عظیم الشان عرس پر حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ کی خدمت اقدس میں تازہ

منقبتی استغاثہ پیش کیا جائے۔ چنانچہ استغاثہ موزون ہوا جسے مفت روزہ سواد اعظم لاہور کے مدیر محترم حضرت مولانا علامہ سید غلام معین الدین صاحب نعیمی کی خدمت میں ارسال کیا جو مرحوم نے اسی ماہ شائع فرما دیا۔ اس زمانے میں فیصل آباد (لاک پور) سے ایک مفت روزہ رسالہ ”المنبر“ دہابہ کی طرف سے شائع ہوتا تھا۔ جب المنبر کے مدیر نے سواد اعظم لاہور میں میرا منظوم استغاثہ پڑھا تو آگ بگولہ ہو گیا۔ دو شعر استغاثہ سے لئے اور اپنے نظریہ و عقیدہ کے مطابق طویل ترین تبصرہ کرتے ہوئے راقم السطور پر بدعتی اور مشرک ہونے کا بھاری بھر کم فتویٰ داغ دیا۔ مجھے اس وقت علم ہوا جب سلطان الواعظین حضرت مولانا علامہ ابوالنور محمد بشیر صاحب مدظلہ کو ٹیلی لوہاراں نے اپنے نہایت مقبول مؤقر ماہنامہ ماہ طیبہ کے ادارہ میں جواب دیتے ہوئے مدیر المنبر کا گھر پورا کر دیا۔ ذیل میں سلطان الواعظین دامت برکاتہم العالیہ نے جو عدیم المثال اور لا جواب ادارہ قلمبند فرمایا ملاحظہ فرمائیے اور میری آج سے چالیس سال قبل جو حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ سے عقیدت و محبت تھی اسکی ادنیٰ سی جھلکی دیکھئے۔ پہلے استغاثہ پھر ماہ طیبہ جلد نمبر ۱۲ شمارہ نمبر ۵ بابت ماہ جمادی الثانی ۱۳۸۲ھ نومبر ۱۹۶۲ء کے ایمان افروز روح پرور باطل شکن ادارہ سے محفوظ ہوں۔

استغاثہ بدرگاہ غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

در پر مجھے بلانا یا شاہ غوث اعظم
جلوہ مجھے دکھانا یا شاہ غوث اعظم
قسمت میری جگانا یا شاہ غوث اعظم
خواب سحر میں آنا یا شاہ غوث اعظم
روح حسن کا صدقہ بہر شہید اعظم
چہرہ مجھے دکھانا یا شاہ غوث اعظم
چہرہ دکھاؤ مجھ کو بے حال ہو رہا ہوں
کہتا ہوں والہانا یا شاہ غوث اعظم
پیران پیر پیراں سلطان دیکھراں
گڑی میری بنانا یا شاہ غوث اعظم
سب اولیاء جہاں کے ہیں گردیں جھکائے
کہتے ہیں عاجزانا یا شاہ غوث اعظم

روشن ہو سینہ جس سے ہو قلب بھی منور وہ علم دیں پڑھانا یا شاہ غوث اعظم
کشتی ہے بحر غم فریاد رس تمہی ہو پار اس کو آ لگانا یا شاہ غوث اعظم
طوفان غم کی موجیں منڈلا رہی ہیں سر پر ان سے مجھے بچانا یا شاہ غوث اعظم
وقت وفات میری جب جان نکل رہی ہو میرے سرہانے آنا یا شاہ غوث اعظم
تابش کی ہے یہ منشا دیکھے تمہارا روضہ
بغداد میں بلانا یا شاہ غوث اعظم

حقیقت و مجاز

معاصر المنیر لائل پور (فیصل آباد) اپنی ۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۲ھ کی اشاعت
میں ایک مناجات کے حسب ذیل شعر نقل کئے ہیں
قسمت میری جگانا یا شاہ غوث اعظم
خواب سحر میں آنا یا شاہ غوث اعظم
کشتی ہے بحر غم میں فریاد رس تمہی ہو
پار اس کو آ لگانا یا شاہ غوث اعظم
معاصر مذکور نے یہ شعر نقل کر کے پھر لکھا ہے کہ:

آپ سوچئے کہ یہ جو ہر رکعت میں اِنَّاكَ نَعْبُدُ وَاِنَّاكَ نَسْتَعِينُ کہا جاتا
ہے تو اس کا معنی کیا ہے؟ اور جب عبادت و استغاثت خالصتہ خدا ہی سے ہے
اور اسے بڑے زور دار لفظ ”اِنَّاكَ“ سے ادا کیا جاتا ہے تو یہ کہنا کہ فریاد رس
تمہی تو ہوان دونوں میں تضاد کا جواز کیا ہے؟ کا جواب سردار اہل حدیث جناب
مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کے قلم سے دیتے ہیں مولوی صاحب مذکور ایک
فتویٰ کفر کی تنقیح فرماتے ہیں ایک اصول لکھتے ہیں معاصر مذکور اور ناظرین کرام
اسے غور سے پڑھیں وہ لکھتے ہیں کہ ”مطول وغیرہ میں مذکور ہے کہ کسی فعل الہی
کی نسبت غیر اللہ کی طرف کرنے کی دو صورتیں ہیں ایک حقیقی دوسری مجازی حقیقی

نسبت تو یہ ہے کہ قائل اس غیر اللہ کو اصل فاعل سمجھے ایسا سمجھنے والا دہریہ ہوگا۔
مجازی یہ ہے کہ اس کو اصل فاعل نہ جانے اصل فاعل خدا ہی کو جانے۔ مگر
غیر اللہ کی طرف بطریق سمیت وغیرہ نسبت کرے۔ صورت اول میں اس پر فتویٰ
کفر لگے گا۔ صورت ثانیہ میں نہیں۔ اس کی مثال علمائے بیان وہی دیا کرتے ہیں
جو انکی کتب میں زبان زد عام ہے۔ یعنی ”ابن الربیع البقل“ جس کا ترجمہ ہے
موسم ربیع نے سبزہ اگایا۔ قرآن مجید میں بھی اس مجاز کی مثال ملتی ہے۔ ملاحظہ ہو
مِمَّا تَنْبِثُ الْأَرْضُ چونکہ یہ فعل انبت افعال قدرت سے ہے۔ اسلئے علماء بیان
کرتے ہیں کہ اس قول کا قائل اگر اس فعل کو حقیقتاً ربیع کی طرف نسبت کرتا ہے
تو کافر ہے اور اگر مجازی طور پر کرتا ہے تو مومن ہے۔ حالانکہ قول ایک ہی ہے۔
رہی بات کہ کس طرح معلوم ہو کہ فاعل اس قول کی نسبت حقیقی کرتا ہے یا مجازی؟
اسکے معلوم کرنے کے طریق بھی علمائے بیان نے صاف صاف الفاظ میں لکھے
ہیں ملاحظہ ہوں۔ مختصر معانی و مطول وغیرہ۔

(۱) پہلا طریق تو یہ ہے جو سب سے اقرب و احسن ہے کہ خود اسی کلام (نثر و نظم)
میں قرینہ صارفہ ہو جس سے پایا جائے کہ قائل اس کلام کا خدا کو مانتا ہے۔ اسلئے
ناممکن ہے کہ وہ کسی فعل الہی کو غیر اللہ کی طرف نسبت دے۔

(۲) دوسرا طریق اسکے پہچان حقیقی کا یہ ہے کہ اس کلام (نظم و نثر) میں قرینہ نہ
ہو مگر قائل کی بابت بیرونی علم ہو کہ وہ خدا کو مانتا ہے تو بھی ناممکن ہے کہ غیر اللہ
کی طرف نسبت حقیقی ہو۔ (اخبار الہدیث ۳ جولائی ۱۹۲۵)

لیجئے صاحب!

جواز کیا ہے؟ کا جواب ہو گیا کہ مناجات لکھنے والا ایک مسلمان اور اس نے
جو غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی طرف ”فریاد رس“ کی نسبت کی ہے ناممکن ہے کہ یہ
نسبت حقیقی ہو یہ نسبت مجازی ہے اور یہ جائز ہے۔

اور اسی طرح دیگر بعض اوصاف کی بھی نسبتیں جو مقبولان حق کی طرف کی جاتی ہیں وہ سبھی مجازی نسبتیں ہوتی ہیں ان مجازی نسبتوں کی بناء پر کلمہ پڑھنے والے مسلمانوں پر بدگمانی درست نہیں اور ان پر الزام شرک مناسب نہیں۔

(ماہنامہ ماہ طیبہ نومبر ۱۹۶۲ء صفحہ نمبر ۶۷۵)

کراماتِ غوشیہ

امام الانبیاء والمرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جیسے سراپا معجزہ بن کر تشریف لائے ایسے ہی حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جسمہ کرامات بن کر جلوہ گر ہوئے نیز جب تمام اولیائے کرام آپ ہی کے قدم مینت لزوم کی برکات سے حاملان ولایت و کرامات ٹھہرے تو ان میں ہر ایک کا وجود از خود کرامت ہوا پھر ہر ایک ولی سے بیسیوں کرامتیں ظہور پذیر ہوئیں جو حد و عد اور حصہ و احصاء میں آ ہی نہیں سکتیں تاہم حضور سیدنا غوث اعظم کا وجود مسعود کرامات عالیہ کا حسین و جمیل مرقع تھا۔ حقیقت ہے کرامات غوث اعظم رضی اللہ عنہ اس قدر ہیں کہ اگر تمام انسان لکھنے لگیں تو عاجز رہیں۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے آپ کی کرامات ایسے ہی لاتعداد ہیں جیسے حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معجزات۔ بڑے بڑے مشائخ عظام صوفیائے کرام نے فرمایا شہنشاہ بغداد کی کرامات کا ظہور اس طرح ہوتا جیسے تسمی (تبیح) کے دانے دھاگہ ٹونٹنے کے باعث لگا تار تیزی سے گرتے ہیں۔ یوں ہی تسلسل کے ساتھ یکے بعد دیگرے آپ سے کرامات صادر ہوتی رہتی تھیں۔

حضرت شیخ احمد کشمیری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

تواتر خارقاۃ و استفاضة

و شاعت منه فینا بالتوال

آپ کی کرامات روانگی کیساتھ متواتر ہیں اور ان کا صدور ہمیشہ جاری رہے گا:

ولم یظہر لشیخ او ولی

کرامات و حالات بحالی

ایسی کرامات کسی ولی اور شیخ سے ظاہر نہیں ہوئیں اور نہ ہی ایسے عظیم ترین حالات کا ظہور ہوا ہے۔

آپ کی سب سے بڑی کرامت یہ ہے کہ آپ نے دینی و اسلامی اقدار کو از سر نو زندہ کیا۔ شاہان وقت کو راہ راست دکھایا ہزار ہا بے دین ڈارزہ اسلام میں داخل ہوئے لاکھوں مسلمانوں کے ایمان کو جلا بخشی انکے عقائد و نظریات کو پختہ کیا۔ بدعات کا قلع قمع کیا۔ توحید خالص کو رائج فرمایا۔ ذات خداوندی سے انسانی ربط و تعلق کو مضبوطی عطا کی۔ آپ فنا فی اللہ تھے کیوں نہ ہوتے اس قادر مطلق نے آپ کے نام نامی اسم گرامی عبدالقادر کو خصوصی شرف و مقبولیت عطا فرمائی۔ آپ محض نام کے عبدالقادر نہیں تھے حقیقتاً عبدالقادر تھے آپ نے اپنے نام کی لاج رکھی باوجود کہ آپ مادر زاد ولی تھے مگر مجاہدات و ریاضات سے آپ نے روحانیت کے کئی جہان آباد کئے۔ جیسے آپ کی شان و شوکت عدیم المثال ہے ایسے ہی آپ کا زہد و ورع اور تقویٰ بے مثال ہے۔ عبادات آپ پر نازاں تھیں۔ لیکن عاجزی و انکساری اور تواضع کا یہ عالم کہ غلاف کعبہ تھامے پکار رہے ہیں ما عبدناک حق عبادتک و ما عرفناک حق معرفتک الہی میں نے تیری عبادت کرنے کا جیسے کہ حق ہے وہ ادا نہ کر سکا اور جیسے تیری معرفت کا حق ہے وہ عرفان بھی نہ پاسکا یہی تصور لئے بارگاہِ رحمۃ اللعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں عرض گزار ہیں۔

یا رسول اللہ انظر حالنا یا حبیب اللہ۔ اسمع قالنا

اننی فی بحر غم مغرق خذیدی سهلنا اشکالنا

اور جب انعامات و عطیات خداوندی پر نظر کرتے ہیں تو بطور تحدیثِ نعت یوں اعلان کیا جا رہا ہے۔

انا الحسنی والمخدع مقامی
واقدامی علی عنق الرجال
مقامکم العلی جمعاً ولكن
مقامی فوقکم ما زال عالی
درست العلم حتی صرت قطبا
ونلت السعد من مولی الموالی
نظرت الی بلاد اللہ جمیعاً
کخردلة علی حکم التصل
بلاد اللہ ملکی تحت حکمی
و وقتی قبل قلبی قد صفال

الفت شمس الاولین شمسنا ابداء علی افق العلی لا تغرب
ہوئے غروب آفتاب اولین کے مگر ہمیشہ
بلندیوں کے افق پہ چمکے گا نیرِ ضوفشان ہمارا
(از حضرت صاحبزادہ پیر سید نصیر الدین نصیر گولڑوی دامت برکاتہم)
ایسے کرامت خیز اعلانات پر کم ظرف طرح طرح کی باتیں بنا سکتے تھے ان
کی کدورت کو دور کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

وما قلت هذا القول فخرًا وإنما انی الاذن حتی تعرفون حقیقتی میں نے اپنے خدا
داد کمالات و مراتب کے بارے میں اظہار خیال فخر کی بناء پر نہیں بلکہ باذن الہی
کرتا ہوں۔ تاکہ میری حقیقت کا (لوگ) قدرے اندازہ کر سکیں۔
جو کہا تو نے وہ مامور من اللہ ہو کر اپنی خواہش سے نہیں کوئی بھی دعویٰ تیرا

ورفعنا لک ذکرک کا سایہ تجھ پر ذکر اونچا ہے تیرا بول ہے بالا تیرا
تو گھٹائے کے کسی کے نہ گھٹا ہے نہ گھٹے گا
جب کہ بڑھائے تجھے اللہ تعالیٰ تیرا
اور پھر اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ بارگاہِ غوثیت مآب رضی اللہ تعالیٰ عنہ
میں یوں نیاز مندانہ سلام پیش کرتے نظر آتے ہیں۔

جن کی منبر بنی گردن اولیاء
اس قدم کی کرامت پہ لاکھوں سلام
(تقدیم مظہر لاریب ترجمہ شرح فتوح الغیب تابشِ قصوری)
شیخ المشائخ حضرت سید علی حسین اشرفی میاں رحمہ اللہ تعالیٰ کچھوچھ شریف
بارگاہِ غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت عالیہ میں یوں مناقبِ خوان ہیں۔

اے نورِ نظر سلطان امِ غوثِ اعظم شاہِ جیلاں
سرچشمہ فیض و بحرِ کرمِ غوثِ اعظم شاہِ جیلاں
اے حیدر شیراز کے پسر نسبتِ رسول کے لختِ جگر
واقف ہے شرف سے تیرے عالمِ غوثِ اعظم شاہِ جیلاں
ارے راحتِ جانِ حسین و حسن تازہ ہے تجھی سے علی کا چمن
دنیا میں ہے جنت تیرا حرمِ غوثِ اعظم شاہِ جیلاں
برفضل و کمال میں ہو یکتا اور بذل و نوال میں بے ہمتا
کیا کوئی کر لے اوصافِ رقمِ غوثِ اعظم شاہِ جیلاں
تیری ذاتِ مقدس ہے یکتا اے نورِ نگاہِ حبیبِ خدا
تو فخرِ رسلِ نسلِ بنی آدمِ غوثِ اعظم شاہِ جیلاں
شیناً للہ شیناً للہ ہے اشرفی مسکین کی صدا
دے دیجئے کچھ از راہِ کرمِ غوثِ اعظم شاہِ جیلاں

(تحائف اشرفی ص ۱۵۲)

تاج العرفاء، سراج العلماء حضرت الحاج شہ سید ابوالخالد محمد اشرفی جیلانی کچھو چھوی محدث اعظم سیدنا غوث اعظم کے حضور یوں مناقب خواں ہیں۔

میں خطا کار و گنہگار ہوں شیناً اللہ

بندۂ نفس، سید کار ہوں شیناً اللہ

مجرم و بے کس و بے یار ہوں شیناً اللہ

دنگیری کا طلب گار ہوں شیناً اللہ

میر بغداد میں لا چار ہوں شیناً اللہ

نہ کوئی اور تمنا ہے نہ مقصد نہ مفاد آرزو ہے تو یہی اور اسی کی ہے یاد
دیکھوں گر روئے منور تو کہوں زندہ باد جلوۂ پاک نظر آئے تو بر آئے مراد

تشنۂ شربت دیدار ہوں شیناً

(فرش پر عرش ص ۱۸۶)

کلام الغوث، غوث الکلام

حضرت سید محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ

غلام و حلقہ گوش رسول ساداتم

زہے نجات نمودن حبیب و آیا تم

مجھے اس بات پر فخر ہے کہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہوں اور میری خوش نصیبی ہے کہ ان کے وسیلے سے میرے احباب و اولاد کو نجات حاصل ہوئی۔

کفایت است ز روح رسول و اولادش

خلائق کہ کند گوش بر مقالاتم

دونوں جہاں کی مشکلات میں رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کی

اولاد مبارک کی نظر عنایت ہمارے لئے کافی ہے۔ اس حقیقت سے وہ مخلوق واقف ہے جو میرے مقالات توجہ سے پڑھتی ہے۔

کمینہ خادم خدام خاندان توام

زخادی تو دائم بود مسہا تم

سرکار! میں حقیر آپ کے خاندان مقدس کے خدام کا خادم ہونے پر ہمیشہ فخر و ناز کرتا ہوں۔

سلام گویم و صلوة بر تو ہر نفسے

قبول کن بہ کرم این سلام و صلواتم

یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم میں ہر وقت آپ پر صلوة و سلام کا نذرانہ پیش کرتا رہتا ہوں ازراہ کرم میرے صلوة و سلام کے نذرانے قبول فرما لیجئے۔

گناہ بے حد من ہیں تو یا رسول اللہ

شفاعتے بکن و محو کن خیالاتم

یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرے گناہ بے حد ہیں نگاہ کرم سے نوازیئے۔ دربار الہی میں میری شفاعت کیجئے اور میرے دل سے خیالات ماسوا مٹا دیجئے۔

زنیک و بدہمہ داند کہ من محمد ایم

ہمیشہ در دو جہاں جملۂ مہا تم

نیک و بد سب جانتے ہیں کہ میں محمدی ہوں۔ حضور کا غلام ہوں اور حضور عالی کی روح مقدس اور آپ کے آل اطہار کی ارواح مقدسہ کا سہارا میرے لئے کافی ہے۔

زغیر ال نبی حاجتے اگر ظلم

روا مدار یکے از ہزار حاجاتم

یا اللہ! اگر میں آل نبی کے ویسے کے بغیر کوئی حاجت طلب کروں تو میری ہزار حاجتوں میں سے ایک حاجت کو بھی پورا نہ فرما۔

ولم ز عشق محمد پر است و ال مجید
گواہ حال من است ایں ہمہ حکایا تم
میرادل حضور رحمت عالم اور آپ کے ال اطہار کی محبت سے معمور ہے
میری زندگی کی داستانیں اس حقیقت کی گواہ ہیں۔

چو ذرج ذرہ شود ایں تم بخاک لحد
تو بشنوی صلوات از جمیع ذراتم
اے مخاطب! جب میرا یہ جسم قبر کی خاک میں ذرہ ذرہ ہو جائے گا تب بھی
میری خاک کے ذرے ذرے سے تو صلوة و سلام کی آواز سنے گا۔
ماہ جنت از برائے کار دیگر می رویم
نے تفرج کردن طوبی و کوثر می رویم
ہم جنت میں کسی اور ہی کام کیلئے جاتے ہیں۔ طوبی و کوثر کی تفریح کیلئے
نہیں جاتے۔

اندر ان خلوت کہ دروے رہ نیا بد جبرئیل
بے سرو پاما بہ پیش دوست اکثر می رویم
اس مبارک خلوت خاص میں کہ جہاں جبرئیل امین بھی باریاب نہیں ہو سکتے
لیکن ہم بغیر اجزائے جسم کے دوست کے پاس اکثر حاضر ہوتے ہیں۔
می گریزند زاہدان خشک از تر دامنی
مابدہر گاہ محبت با دامن تری رویم
زاہدان خشک گنہگاری سے بھاگتے ہیں مگر ہم بارگاہ دوست میں تر دامنی ہی
لے کر جاتے ہیں۔

پارسا گوید بکوئے مایا شو نیک نام
مادراں کوچہ خدا دانا است کمتری رویم
پارسا کہتا ہے ہمارے کوچہ میں آ اور نیک نام بن جا لیکن خدا گواہ ہے
ٹاہری پارسائی کے ساتھ اس کوچہ میں ہم بہت کم جاتے ہیں۔

دولت دیداری خواہیم در جنات عدن
مانہ آنجا از برائے زیور و زری رویم
ہم جنت عدن میں بھی دولت دیدار ہی جاتے ہیں۔ ہم اس جگہ مال و
دولت کی ہوس میں یعنی آسائش نفس کیلئے نہیں جاتے۔

ندارم گرچہ آں دیدہ کہ ینم در جمال تو
نیم نو مید چوں عمرم گذشت اندر خیال تو
اگرچہ میں ایسی نظر نہیں رکھتا جو تیرا جمال اقدس دیکھ سکے لیکن میں مایوس
بھی نہیں ہوں اس لئے کہ میری ساری زندگی تیرے ہی خیال میں گزری ہے۔

من دیوانہ در دوزخ بزنجیر تو خوش باشم
اگر یکبار تو پرسی کہ مجنوں چیست حال تو
آپکا یہ دیوانہ دوزخ میں بھی آپ کیزنجیر میں بندھ کر خوش رہے گا! کاش!
اگر ایک بار مجھ سے پوچھ لیں کہ اے! میرے مجنوں تیرا کیا حال ہے؟

تو شربت ہائے جنت را باماتا کے وہی رضواں
نہ شد کم نفسگی مارا ازیں آب زلال تو
اے رضواں! تو جنت کے مشروب ہم کو کب تک پیش کرتا رہے گا در آں
حالانکہ تیرے آب زلال سے میری پیاس ابھی تک نہیں بجھ سکی۔
چو بوئی عشق تو آیدز مغزا ستخوان من
بسوز اند مرا آتش ز عشق آں جمال تو

جس وقت میرے مغز استخوان میں آپ کے عشق کی بو آتی ہے تو آپ کے حسن کے عشق کی آگ مجھے جلاتی ہے۔

تو جنت رابہ نیکاں وہ من بدر ابد و زخ بر
کہ بس باشد مرا آنجا تمنائے وصال تو
آپ جنت نیکیوں کو دیتے اور مجھ خطا کار کو دوزخ میں بھیج دیتے کہ میرے لئے وہاں آپ کے وصال کی تمنا ہی کافی ہے۔

☆☆.....☆☆

تقدیم کے آخر میں پاکستان میں اس دور کا ایک نہایت ہی اعلیٰ عمدہ عربی قصیدہ بارگاہ غومیت مآب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حضور پیش کیا جاتا ہے جسے جدید قدیم عربی زبان پر مہارت تامہ رکھنے والی محترم شخصیت جناب پروفیسر محمد حسین اقبال گورنمنٹ کالج فیصل آباد نے منظوم فرمایا ہے ہمیں یہ قصیدہ حضرت علامہ مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری مدظلہ کی وساطت سے دستیاب ہوا۔ لہذا ہم ان دونوں بزرگوں کا بطیب خاطر شکریہ ادا کرتے آپ حضرات کی خدمت میں تحفہ نذر کرتے ہیں۔

(تائش قسوری)



سَقَاتِي الْحُبِّ كَأَسَاتِ الْوِصَالِ

قَقَلْتُ لِخَمْرِي نَحْوِي تَعَالَى

عشق و محبت نے مجھے دسل کے پیالے پلائے، پس میں نے اپنی شراب کر
کہا کہ میری طرت لڑٹا۔

الفتوحات القادرية

قيا نقض ساعات لدى صاحب الذكر
 و قريهم يحلو الفؤاد بسرعة
 ومن ذاق لم ينظر إلى زخرف الدنيا
 و بات بصدر فارغ من كآبة
 و صار غنى النفس من فضل ربه
 لذلك أقام الله للعالم غوته
 يُصرف في دنيا الوجود بهمة
 له في جميع الكائنات رئاسة
 و إن أمر الأفلاك لبت لحكمه
 و إن شاء أعطى الأرض سر و لابه
 جميع بلاد الله في حكم خردل
 و نيته أعلى السلاسل رتبة
 و أطيب نشراً من عبير و عنب
 و أشرف من بدر الدجى وسط أنجم
 وقد كان في سن الرضا صائماً
 كذا حفظ القرآن في حجر أمه
 و شد إلى مهد الحضارة رحله
 و صاحب أهل العلم و الفضل و التقى
 و شمر ذبلاً في ارتياح مرامه
 ضياء الهدى أبى سعيد مبارك
 جميل الحيا واسع الصدر و الفنا

هو ابن على أظهر الخلق نسباً
 و ما أحسن اسم الشيخ أصبح قادراً
 يروغ اسمه الشيطان يذهب كيده
 غيماث عديم المثل يعرفه السورى
 حنيف منيف ثابت القصد مُرشيد
 تقى نقى طاهر متطهر
 نية نزهة كامل فسى محاسن
 فصيح بليغ فسى الخطابة بارع
 أبى حفى راسخ فسى عزيمية
 متين مُعين الحق والدين مُنجد
 جواد عظيم لا يلىق نواله
 شكور صبور فى العبادات دائم
 عزيز و حية عند ذى العرش مُكرم
 لأهل الخطايا شافع و مشفع
 رحيم كريم للعوارف مصدر
 يُصدق ما قال النبى - بفعله
 و لى عظيم القدر للعالم عاصم
 يُزكى قلوب الطالبين بنظرة
 و يغنى مُريداه عن المال و الغنى
 يُحب جميع السالكين إلى الهدى
 يحض على الإحسان للخلق ناصح
 يُلقنهم معنى الطريقة و اعظما
 بحث على حب المساكين دائماً
 يُقرب أهل الخير بالحب و الهوى
 و يزهد فى الدنيا و فى شهواتها
 و اتقى عباد الله للرب عاشق
 لا يلىق - لا يحبس

ولما وردنا ساحة الشيخ للندی
 وحين تمسكنا بساحمن ذيله
 ونحن عباد الله نتبع شيخنا
 ونمنع في ذكر الاله سكينه
 وتعلو رقاب الناس اقدام شيخنا
 ولا شك فاق الأولياء كرامة
 واحيا بإذن الله دين نبيه
 وفرض على الإنسان طاعة شيخنا
 أقول له يا شيخ شيفا لعالم
 أسطغان بغداد الشريف أدر كن
 أشيخ شيوخ العالم انظر برحمه
 دعوتك عبد القادر الخير بعد ما
 أغثنى على ربه الزمان فإن من
 أبا صالح أنجبت نبعا مباركا
 سقاه رسول الله من طيب ربه
 وصيره الصديق أفضل أنبي
 ولقنه الفاروق من حسن عله
 سقاه على أكوم الحب والموى
 ومن سيدى أهل الجنان نداهما
 فصار فريده العصر في حسن سيرة
 دخال لدى جمع من الناس إتني
 أقرله بالفصل من كان حاضرا
 وما قوله إلا وعن لاث حكمة
 وما نطقه إلا بعلم لندنى

اعان وأغنانا وأعطى بلا سير
 كفانا فلا نرجو سواه مدى الدهر
 ترانا لرفع الصوت بالذكر كالذير
 كما الخوت في يم أو الطير في الوكر
 ورئته اسمي من الأنجم الزهر
 وآياته في الكون كالشمس والبر
 وكان ضعيفا فاقدًا قوة النسر
 لما قد علمنا أنه من أولى الأمر
 نهارًا وفي آساء ليل وفي الفجر
 فإني ضعيف لا سلاحي سوى الفقر
 إلى عبدك العاني المكلف بالضر
 أحاطت بي الأخطاء تلهي عن البر
 أتى دارك العليا بلاقي من البشر
 به يرتوى خلق إلى موعيد الحشر
 فأصبح أحلى الشرب أرفع في القدر
 كما فضلت من غيرها لهلة القدر
 ونال حياة كاملاً من أبي عمرو
 و فاطمة الزهراء زانته بالفقر
 كفاه سوال الخلق في الحر والقر
 كما بين أصحاب النبي أبو بكر
 لأفضل خلق الله طراً بلا فخر
 ومن قد نوى من قبل ذلك في القبر
 وما لفظه إلا نضيد من الدر
 وما صمته إلا يدل على الفكر

له جسد لم يدن منه ذباية
 وكف بها بحمي المصاب من الردى
 ووجه يكاد البدر يحسد نوره
 وإحياؤه الموتى تواتر نقله
 ولكنه حق لدى صاحب النهى
 كذا هبت الأرواح طوعاً لأمره
 وأسلم مخلوق كبيراً بعظمه
 وتاب على أيديه خلق وأخلصوا
 تولد في عشيقه، وعانق موته
 سقت قبره بيض السحاب غلوة
 نسحت على قدر السينين قصيدتي
 وقدمت تيناً ليس غير مدحه
 وأرجو على تخمس المتاع قبوله
 يقولون لي أطربته فأجبتهم
 ذروني لمدح الشيخ يا قوم إنني
 ذروني فما حررت إلا حقيقة
 وأسأل ربي أن يحقق منيتي
 ألا أيها الشرب الكرام قفوا هنا
 أنيخوا مطاياكم و أقفوا رجالكم
 وآيت إن وافيت بغداد زائراً

و عين بها يرنو إلى اللوح والندر
 ويرز أخرى للورى بالندی الدر
 وقد كان الحسن في ظله يسرى
 وإن عد بعض الناس هذا من الأمر
 صحيح لدى أهل الفقاها والخبر
 وجاءت إليه الجن في القيد والأسر
 فنحاهم الرحمن من ظلمة الكفر
 لسرهم النيات من فيضه الغمر
 بسن كماله، راضياً باسم الثغر
 فقيه كمال الفقر في الحلال الخضر
 وأوصافه جلت عن القيد والحصر
 عسى أن يرى من فضله التين كالنير
 فإن الكريم لا يرد ولا يزرى
 أروني كمثل الغوث أذكره في الشعر
 أعد كثير المدح فيه من القصر
 وكل كلامي عرفه ما نم النكر
 فالتم رجل الشيخ بالشوق والشكر
 لدى منهل صاف روى من الذكر
 وقوموا بباب الغوث في الصحو والسكر
 أطوف بقبر الشيخ جيناً من الدهر

فتوحات قادریہ

تحریر: محمد حسین اقبال، لیچرر گورنمنٹ کالج فیصل آباد

- 1- اے دو دستو ٹھہر جاؤ صاحب ذکر کے پاس کچھ گھڑیاں گزار لیں۔ کیونکہ اہل ذکر کے سانس موتیوں سے زیادہ قیمتی ہوتے ہیں۔
- 2- ان کا قرب بہت جلدی دلوں کو چمکا دیتا ہے اور وہ نگاہوں سے پاکیزہ شراب پلاتے ہیں۔
- 3- جو اسے چکھ لے وہ دنیا کے مال و زر کو نہیں دیکھتا اور نہ ہی اسے قلت و کثرت کی پرواہ ہوتی ہے۔
- 4- رات کو اس کا سینہ غموں سے خالی ہوتا ہے اور صبح کو اس کا دل خوف و خطر سے محفوظ ہوتا ہے۔
- 5- وہ رب کے فضل سے دل کا غمی ہو جاتا ہے اسے صرف یہی فکر ہوتی ہے کہ مقام صبر کو پالے۔
- 6- اس مقصد کیلئے اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کیلئے اپنا غوث اور محبوب مبعوث کیا جو ہدایت اور نیکی کی راہ دکھاتا ہے۔
- 7- وہ اپنی "ہمت" سے اس دنیا میں تصرف کرتا ہے اور کائنات میں اس کے دیکھنے سے برائی ختم ہو جاتی ہے۔
- 8- ساری کائنات میں اسکی سرداری اور حکومت ہے۔ اور خشکی و تری (ہر جگہ) میں اس کے احکام جاری ہوتے ہیں۔
- 9- اگر آسمانوں کو حکم دے تو وہ اس کے حکم پر لبیک کہتے ہیں۔ اگر کسی روز مردے کو اٹھنے کا حکم دے تو وہ اٹھ کر چلنے لگتا ہے۔
- 10- اگر چاہے تو چور کو قطب بنا دے حالانکہ وہ اس سے پہلے کورا جاہل ہوتا ہے۔

- 11- اللہ کے سب ملک اسکے نزدیک بمنزلہ رانی کے ہیں پس اے مخاطب صاحب امر کی ان صفات کا انکار نہ کر۔
- 12- آپ کی نسبت درجے کے لحاظ سے سب سلاسل سے بلند ہے اور حشر و نشر میں انسان کیلئے سب سے زیادہ نفع مند ہے۔
- 13- یہ نسبت کستوری اور عنبر سے زیادہ پاکیزہ خوشبو والی ہے گلاب سے زیادہ خوبصورت اور چٹان سے زیادہ مضبوط ہے۔
- 14- ستاروں کے درمیان بدر کامل سے زیادہ شرف و بزرگی والی ہے برف سے زیادہ ٹھنڈی اور سونے سے زیادہ قیمتی ہے۔
- 15- آپ نے شیر خواری کے وقت سے روزہ رکھا اور واضح کیا کہ روزہ رکھنا افطار سے بہتر ہے۔
- 16- اسی طرح آپ نے آغوشِ مادر میں قرآن پاک حفظ کر لیا اور پیر و کاروں کو ساری عمر اسی کی طرف دعوت دیتے رہے۔
- 17- آپ نے تہذیب کے گہوارہ (بغداد) کی طرف شد رحال اختیار کیا سمندر کی طرف قصد کرنے والا نہروں سے پانی نہیں لیتا۔
- 18- آپ نے اہل علم و فضل و تقویٰ کی صحبت اختیار کی اور ارباب سیاست و مکر سے علیحدگی اختیار کی۔
- 19- اپنے مقصود کی تلاش میں کمر بستہ رہے تا آنکہ ایک عالم دین کی صورت میں آپ کا مقصد چل کر آپ کے پاس آ گیا۔
- 20- وہ نور ہدایت ابوسعید مبارک (مخزومی) مشائخ کی میراث اور راز کی حفاظت کرنے والے تھے۔
- 21- خوبصورت چہرے والے کشادہ سینے اور آنگن والے بہت زیادہ بخشش کرنے والے تھے اور شکر یہ کے طلب گار نہ تھے۔

- 22- آپ (غوث پاک) علی مرتضیٰ کی اولاد سب مخلوق سے پاکیزہ تر نسب والے، برائی نقص اور عیب سے محفوظ ہیں۔
- 23- حضور کا نام نامی کس قدر حسین ہے کہ اپنے قدرت والے مالک کی قدرت سے مدد (دبگیری) پر قادر ہیں۔
- 24- آپ کے اسم گرامی سے شیطان خوفزدہ ہو جاتا ہے اور اس کا فریب ختم ہو جاتا ہے اور انسان اس کی بدولت حفاظت میں آ جاتا ہے۔
- 25- وہ بے مثل غوث ہیں تمام مخلوق ان سے واقف ہے جو معروف کا انکار کرے وہ نقصان اٹھاتا ہے۔
- 26- آپ راست رو، بلند شان، مضبوط ارادے والے، ہدایت دینے والے شریف، سردار اور زمان و مکان کے مالک ہیں۔
- 27- متقی، پاک و صاف، طاہر اور بے عیب، عظیم، سردار، مخلوق کے مقتدا اور بوجھ اٹھانے والے ہیں۔
- 28- شرف والے پاکیزہ اور حسن میں کامل، عمدہ خوبصورت قد والے اور فراخ سینے (کھلے دل) والے ہیں۔
- 29- فصیح و بلیغ، خطابت میں بے مثال ہیں اور نظم و نثر میں عمدہ کتابوں کے مصنف ہیں۔
- 30- خوددار، مہربان، پختہ ارادے والے، درجے والے دیانت دار، محسن اور واقف اسرار ہیں۔
- 31- مضبوط و طاقت ور، حق اور دین کی مدد و اعانت فرمانے والے صاحب بصیرت اور مشکل امور میں مخلوق کی مدد فرمانے والے (مشکل کشا) ہیں۔
- 32- بڑے سخی ہیں، کبھی بخشش کو روکتے نہیں۔ آپ کی سخاوت کے بادل ہمیشہ برستے رہتے ہیں۔

- 33- بہت شکر ادا کرنیوالے، ہمیشہ عبادات میں لگے رہنے والے، حق، عزت اور فخر کے راستے کے امام ہیں۔
- 34- عرش والے (اللہ) کے ہاں مرتبے والے، مکرم و معزز ہیں اور لوح زمانہ پر (اپنے دور میں اور بعد کے زمانوں میں) اللہ کی سب سے بڑی نشانی ہیں۔
- 35- خالق کائنات کے دربار میں عزت و قدر کیساتھ گناہگاروں کی سفارش کرنے والے اور سفارش قبول کئے ہوئے ہیں۔
- 36- بڑے رحیم، کریم، منبع احسانات ہیں۔ آپ کا احسان ہر غلام و آزاد کو پہنچتا ہے۔
- 37- اقوال رسول کریم کی اپنے افعال سے تصدیق فرماتے ہیں اور حضرت ابوذر کی طرح ہمیشہ سچ بولتے ہیں۔
- 38- بڑی شان والے ولی، مخلوق کی حفاظت فرمانے والے ہیں جو خطرات و مشکلات میں انہیں پکارے نقصان سے محفوظ رہتا ہے۔
- 39- جو بیان راہ حق کے دلوں کو ایک نظر سے پاک کرتے ہیں اور انہیں شکر، فکر اور ذکر کی دولت سے مالا مال کرتے ہیں۔
- 40- اپنے مریدین کو مال و دولت سے بے نیاز کر دیتے ہیں چنانچہ وہ تنگ دستی یا خوشحالی میں مخلوق کے آگے دست سوال دراز نہیں کرتے۔
- 41- راہ ہدایت کے سب سالکین سے محبت کرتے ہیں، ان کے نزدیک زندہ اور قبر میں جانے والا ایک جیسا ہے۔
- 42- مخلوق کیساتھ احسان کرنے پر ابھارتے ہیں۔ خیر خواہی چاہتے ہیں۔ لغزشوں سے درگزر فرمانے والے، سمندر سے زیادہ سخی ہیں۔
- 43- انہیں وعظ فرما کر طریقت کا مفہوم سمجھاتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ تصوف کا راز ذکر میں پوشیدہ ہے۔

44- ہمیشہ مسکینوں کی محبت پر براہِ بخشنہ کرتے ہیں کہ اس سے انسان اجرِ عظیم کا مستحق ہوتا ہے۔

45- محبت اور پیار سے اہل خیر کو قریب فرماتے ہیں اور زجر و توبخ سے اہل شر کو دور کرتے ہیں۔

46- دنیا اور اس کی خواہشات سے نفرت کرتے ہیں اور اسے ذرے سے بھی بے وقعت و کم تر سمجھتے ہیں۔

47- بندگانِ خدا سے زیادہ متقی، اپنے رب کے عاشق عارفوں کے پیشوا اور چمک دار لوگوں (ایمان والوں) کے قائد ہیں۔

48- جب ہم بخشش لینے کیلئے حضور کے آنگن میں پہنچے تو آپ نے ہماری مدد فرمائی، ہمیں غنی کر دیا اور بلا قیمت عطا فرمایا۔

49- جب ہم نے آپ کے دامنِ کریمانہ کو تھام لیا تو آپ نے ہماری کفایت فرمائی چنانچہ ہم رہتی دنیا تک آپ کے علاوہ کسی سے امید نہیں لگائیں گے۔

50- ہم اللہ کے بندے ہیں، اپنے شیخ کی اتباع کرتے ہیں، بلند آواز سے ذکر کرتے ہیں، تم ہمیں شہد کی مکھیوں کی طرح پاؤ گے۔

51- اللہ کے ذکر میں ہمیں اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ جیسے سمندر میں مچھلیوں کو اور گھونسلوں میں پرندوں کو۔

52- ہمارے غوث کے قدم لوگوں کی گردنوں پر ہیں، آپکا مرتبہ روشن ستاروں سے اونچا ہے۔

53- بلاشبہ کرامت کے لحاظ سے سب اولیاء پر سبقت لے گئے اور کائنات میں آپ کی نشانیاں آفتاب و دماہتاب کی طرح (روشن) ہیں۔

54- آپ نے اللہ کے حکم سے دین محمدی زندہ فرمایا۔ جبکہ وہ کمزور تھا اور اٹھنے کی طاقت نہ رکھتا تھا۔

55- تمام انسانوں پر ہمارے شیخ کی اطاعت لازم ہے اسلئے کہ آپ میں سے ہیں۔

56- میں دن کے وقت رات کی ساعتوں میں اور فجر کے وقت انہیں ”یا شیخ شنبیٰ للہ“ کہہ کر پکارتا ہوں۔

57- اے شہنشاہ بغداد شریف میری مدد کو پہنچئے! اسلئے کہ میں کمزور ہوں اور فقر کے سوا کوئی ہتھیار نہیں رکھتا۔

58- اے دنیا کے پیران پیر! اپنے سوال کرنے والے تکلیف میں مبتلا غلام کی طرف نظر رحمت فرمائیے۔

59- اے بہترین عبدالقادر! میں نے آپ کو پکارا ہے جبکہ گناہوں نے مجھے گھیر رکھا ہے اور نیکی سے غافل کر دیا ہے۔

60- گردشِ دوراں کے مقابلے میں میری دستگیری کیجئے اس لئے کہ جو آپ کے بلند در پر آتا ہے خوشی سے ہم کنار ہوتا ہے۔

61- اے ابوصالح (والد غوث) آپ نے وہ مبارک چشمہ جاری کیا ہے جس سے میدانِ محشر تک خلقِ خدا سیراب ہوتی رہے گی۔

62- جسے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے پاک لعابِ دہن سے سیراب کیا چنانچہ وہ پینے میں شیریں تر اور شان میں بلند تر ہو گیا۔

63- صدیق اکبر نے انہیں افضل امت کر دیا جیسے لیلۃ القدر باقی تمام راتوں سے افضل ہے۔

64- فاروق اعظم نے آپ کو حسن عدل کی تلقین فرمائی اور آپ نے ابو عمرو عثمان غنی سے مکمل حیا حاصل کیا۔

65- حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کو پیار و محبت کے جام پلائے۔ اور سیدہ فاطمہ الزہرا نے دولت فقر سے آپ کو سرفراز فرمایا۔

66- اہل جنت کے دونوں سرداروں (حسن و حسین) سے وہ بخشش ملی جس نے سردی و گرمی میں مخلوق سے مانگنے سے مستعفی کر دیا۔

67- چنانچہ آپ حسن سیرت میں نادر روزگار بن گئے جس طرح اصحاب رسول اللہ میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

68- آپ نے سب حاضرین کی موجودگی میں یہ اعلان فرمایا کہ بغیر فخر کے میں سب مخلوق (معاصرین و متاخرین) سے افضل ہوں۔

69- سب حاضرین نے آپ کی اس فضیلت کا اقرار کیا اور انہوں نے بھی جو پیشتر ازیں قبروں میں جا چکے تھے۔

70- آپکا ہر قول حکمت کی میراث سے ہے اور آپکا ہر لفظ موتیوں کا گنجینہ ہے۔

71- آپکا بولنا علم لدنی کیساتھ ہے اور آپکی خاموشی فکر پر دلالت کرتی ہے۔

72- آپ کا وہ جسم اطہر ہے کہ کبھی کبھی اسکے قریب نہیں گئی اور آپ کی نگاہ ہمیشہ لوح محفوظ اور سدرۃ المنتہیٰ پر رہتی ہے۔

73- آپ ایک ہاتھ سے مصیبت زدہ کو ہلاکت سے بچاتے ہیں۔ اور دوسرے سے مخلوق پر بے پایاں بخشش فرماتے ہیں۔

74- آپکے رخ انور پر ماہ کامل رشک کرتا ہے اور حسن آپکے قد کے سائے میں چلنا نظر آتا ہے۔

75- آپکا مُردوں کو زندہ کرنا خبر متواتر سے ثابت ہے اگرچہ بعض لوگ اسے عجیب کام قرار دیتے ہیں۔

76- لیکن اہل عقل کے نزدیک یہ سچ ہے اور اہل فقہ و علم کے نزدیک صحیح و درست ہے۔

77- ایسے ہی ہوا میں آپ کے حکم کی اطاعت میں چلتی تھیں اور جن قیدی جکڑے ہوئے آپکے پاس آتے تھے۔

78- آپکے وعظ سے بیٹار لوگ مسلمان ہوئے جنہیں اللہ تعالیٰ نے کفر کی تاریکی سے نجات دی۔

79- بہت سی مخلوق نے آپ کے ہاتھ پر توبہ کی اور آپ کے فیض کثیر سے اللہ تعالیٰ کے مخلص بندے بن گئے۔

80- آپکا سال پیدائش عشق (۳۷۰ھ) ہے اور آپ نے کمال (۹۱ سال) کی عمر میں راضی خوشی مسکراتے ہوئے دائمی اجل کو لبیک کہا۔

81- صبح کے وقت سفید بادل آپکی قبر کو سیراب کریں پس اس میں نقر کامل ہے جس نے سبز لباس زیب تن کیا ہوا ہے۔

82- میں نے سالوں کے مطابق قصیدہ نظم کیا ہے (یعنی ۹۱ شعر) جبکہ آپکے اوصاف کا شمار نہیں ہو سکتا۔

83- میں نے آپ کی تعریف میں صرف تنکے (توڑی) پیش کئے ہیں ممکن ہے وہ اپنے فضل سے تین (توڑی) کو تیر (سونا) جیسا سمجھ لیں۔

84- کم عمر مال و سامان کے باوجود شرف قبولیت کا طلبگار ہوں۔ یقیناً کریم نہ رد کرتا ہے نہ عیب لگاتا ہے۔

85- لوگ کہتے ہیں تم نے آپ کی تعریف میں مبالغہ کیا ہے میرا نہیں جواب یہ ہے کہ میرے غوث کی طرح کوئی دکھاؤ تو میں شعر میں اس کا ذکر کروں

86- اے لوگو! مجھے اپنے غوث کی تعریف کرنے دو کہ آپ کی بہت زیادہ مدح کو میں تھوڑی سمجھتا ہوں۔

87- مجھے نہ روکو۔ اس لئے کہ میں نے صرف حقائق بیان کئے ہیں اور میرا معروف کلام منکر کو مانع ہے۔

88- میرا اپنے رب سے یہ سوال ہے کہ میری آرزو پوری کر دے اور میں محبت و شکر سے اپنے شیخ کے پاؤں کو بوسہ دوں۔

89- سنو! اے معزز پینے والے ساتھیو یہاں رک جاؤ ایک صاف سحرے چشمے کے پاس جو ذکر سے سیراب کرتا ہے۔

90- اپنی سواریاں بٹھا دو اور کجاوے اتار لو اور ہوش یا سکر کی حالت میں غوث کے دروازے پر کھڑے رہو۔

91- میں نے قسم کھائی ہے کہ اگر زیارت کرتے ہوئے بغداد شریف جاؤں تو شیخ کی قبر کا ایک عرصہ کیلئے طواف کروں گا (یعنی وہاں قیام کروں گا اور حاضری دوں گا ورنہ مزار کا طواف ممنوع ہے محمد عبدالحکیم۔ (مجلہ نداء الاسلام اسلام آباد اگست ۲۰۰۰ء)

تقریظ منظوم

از حضرت عبد القیوم طارق سلطانی پوری مدظلہ

بر کتاب مستطاب ”رازوں کے راز“

ترجمہ کتاب ”سرالاسرار“ تصنیف لطیف حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ
ترجمہ از قلم:

ادیب عالی مقام اہل سنت حضرت مولانا علامہ محمد منشا تابش قصوری

جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

”تقدیل افکار غوث“

۲۰۰۲ء

وہ خورشید درخشان ولایت
وہ فقر و معرفت کے بحر ذخار
جناب غوث شاہ ملک معنی
وہ مرد حق نما عہد حق آثار
وہ سلطان جہان علم و تحقیق
امیر کشور عرفان و اسرار
صفا کا کنز ملفوظات ان کے
ہدایت کا خزانہ ان کے افکار
متاع فقر ارشادات حضرت
قلم اس مرد حق کا آگہی بار
شریعت کے فروغ و ارتقا میں
ہے ان کا ولولہ انگیز کردار



رازوں کے راز

ترجمہ
سرالاسرار

طریقت کو بھی بخشا حشمت نو
مدیر تھے بڑے وہ فخر ابرار
کتب ان کی زمانے میں ہیں مشہور
خرد افزا ہڈئی بخش و پرانوار
بخوبی جن سے اس حق کے ولی کا
علوئے علم کا ہوتا ہے اظہار
کتاب اک معتبر ہے ان کی جس کا
تعارف ہے بنام سرالاسرار
ضرورت تھی کہ اس کا ترجمہ ہو
کیا تابش نے یہ ذوق آفریں کار
محبت غوث اعظم ہے وہ خوش بخت
شہ بغداد کا ہے وہ ولا دار
کئی عمدہ کتابیں اس نے لکھیں
ہے اک مدت سے اس کا خامہ گل بار
وہ ہے مشاق شرح و ترجمہ میں
نگارش کا ہے اس کی خوب معیار

ہماری داد کا ہے مستحق وہ وہ تحسین و ستائش کا ہے حق دار
کتاب راز کا سال طباعت کہا طارق "سواد فیض اسرار" ۱۴۲۳ھ
نذر اخلاص، منجانب "سائل جود و لطف و کرم غوث" (۲۰۰۲ء)
محمد عبدالقیوم طارق سلطانپوری حسن ابدال ۱۰ ربیع الاول ۱۴۲۳ھ

.....☆☆☆.....

گیارہ اسماء پاک حضرت غوث الاعظم

سید	مُحِي	الدِّين	أَمْرُ	اللَّهِ
شیخ	مُحِي	الدِّين	فَضْلُ	اللَّهِ
أولیا	مُحِي	الدِّين	أَمَانُ	اللَّهِ
مَسْكِين	مُحِي	الدِّين	نُورُ	اللَّهِ
غوث	مُحِي	الدِّين	قَطْبُ	اللَّهِ
سُلْطَان	مُحِي	الدِّين	سَيْفُ	اللَّهِ
خواجه	مُحِي	الدِّين	فَرْمَانُ	اللَّهِ
مُخَدُّوم	مُحِي	الدِّين	بُرْهَانُ	اللَّهِ
درویش	مُحِي	الدِّين	آيَةُ	اللَّهِ
بادشاہ	مُحِي	الدِّين	غَوْثُ	اللَّهِ
فہتیر	مُحِي	الدِّين	مَشَاهِدُ	اللَّهِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

والد ماجد کی طرف سے حضرت سیدنا غوث اعظم

رضی اللہ عنہ کا شجرہ مبارکہ

حضرت سیدنا شیخ سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
ابن امام المجاہدین حضرت شیخ سید ابوصالح موسیٰ جنگی دوست رضی اللہ عنہ
ابن امام سید عبداللہ بن امام سید یحییٰ زاہد بن سید محمد بن سید امام داؤد بن
سید امام موسیٰ بن امام سید عبداللہ بن سید امام سید موسیٰ جون بن امام سید عبداللہ
مخص بن امام سید حسن ثقی بن امام حام سید حسن بن سیدنا امیر المؤمنین امام
الصحابۃ والتابعین حضرت سیدنا علی المرتضیٰ ابن ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

والدہ ماجدہ کی طرف سے حضرت سیدنا غوث اعظم

رضی اللہ عنہ کا شجرہ مبارکہ

حضرت سیدنا شیخ محی الدین سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن
حضرت سیدہ ام الخیر امۃ الجبار فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت حضرت سید عبداللہ

صومع زاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن سید ابو جمال محمد بن سید محمود بن سید ابو عطا
عبداللہ بن سید کمال الدین عیسیٰ بن سید ابو علاء الدین محمد جواد بن سید امام علی
رضا بن سید امام موسیٰ کاظم بن حضرت سیدنا امام زین العابدین بن سید الشہداء
امام عالی مقام حضرت سیدنا امام حسین بن امام الہمام امیر المؤمنین سیدنا علی
المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم بن ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فضیلتِ علم و علماء

حضرت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فضیلتِ علم میں رقم فرماتے ہیں
کہ علم کے فضائل و مناقب بے شمار ہیں۔ اس کے مراتب و درجات عظیم ترین
ہیں علم ہی سرمایہٴ افتخار اور منافع کا سرچشمہ ہے۔ علم ہی اللہ تعالیٰ کی معرفت کا
باعث ہے اور انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰات التسلیمات کی تصدیق کا وسیلہ ہے۔

اسی لئے علماء کرام اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں میں سے ہیں جنہیں اللہ
تعالیٰ نے اپنی توحید کی راہیں کھولنے کیلئے منتخب فرمایا اور اپنے خاص فضل و کرم
سے ان کی رہنمائی فرمائی اور علماء کرام کو دوسرے لوگوں پر خصوصی فضیلت مرحمت
فرما کر مقبول بارگاہ بنایا۔

علماء کرام کو ہی انبیاء و مرسلین کا وارث و نائب اور خادم و محرم راز بنایا نیز
وہی ان کی حقیقی معرفت سے سرفراز ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

ثُمَّ أَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِينَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ
وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ (پ ۲۲ سورہ فاطر ع ۱۵)

پھر ہم نے کتاب کا وارث کیا اپنے چنے ہوئے بندوں کو تو ان میں کوئی اپنی
جان پر ظلم کرتا ہے اور ان میں کوئی میانہ چال پر ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ الْعُلَمَاءُ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ بِالْعِلْمِ
وَيُحِبُّهُمْ أَفْضَلُ السَّمَاءِ وَيَسْتَغْفِرُ لَهُمُ الْحَيَاتَانِ فِي الْبَحَارِ۔

علماء کرام دولت انبیاء کرام کے وارث ہیں آسمانی (مخلوق) فرشتے اور
سمندر کی مچھلیاں ان کیلئے مغفرت و بخشش کی دعا کرتی رہی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ (سورہ فاطر آیت ۲۸)

رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

يَبْعَثُ اللَّهُ الْخَلْقَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثُمَّ يُمَيِّزُ الْعُلَمَاءَ

روز قیامت جب اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو اٹھائے گا تو (میدان حشر میں)

علماء کرام کی امتیازی شان ہوگی۔

پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ اے گروہ علماء میں نے تمہیں اپنے علم سے اس لئے بہرہ مند فرمایا تھا کہ تم ہی اسکے اہل تھے۔ اور میں نے تمہیں علم و دینیت فرما کر ضائع نہیں ہونے دیا۔

جنت میں جائے۔ میں نے تمہارے لئے بخشش و مغفرت کے دروازے کھول دیئے اور عذاب سے محفوظ کر دیا ہے۔

بہر حال تمام حمد و ثنا کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔ وہ ذات کریم جس نے درجات کو عابدین اور مراتب قرب کو عارفین کیلئے خاص فرمایا۔ حضور سیدنا غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ طالبان معرفت میں سے کسی سعادت مند نے ہمیں گزارش کی کہ اس کے لئے ایک ایسی کتاب تالیف کی جائے جس کے برابر بھی محتاج اور طلب گار ہوں۔ چنانچہ اس کی حسب منشاء میں نے یہ مختصر سا رسالہ تصنیف کیا ہے جو نہ صرف اس کے لئے مفید ہوگا بلکہ دیگر طالبان حقیقت کیلئے بھی کفایت کرے گا۔

بناءً علیہ میں نے اس کا نام ”سر الاسرار فیما یحتاج الیہ الابوار“ رکھا۔ ایسے پوشیدہ راز جن کے حصول کیلئے برابر بھی محتاج ہیں۔ اس لئے ہم نے اس کتاب میں شریعت طریقت اور حقیقت کے مسائل واضح کرنے کی سعی جمیل کی ہے۔ جن مسائل کی عموماً تلاش رہتی ہے۔

چوبیس (۲۴) گھنٹے چوبیس (۲۴) فصلیں

سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ چنانچہ ہم نے اس کتاب

کو کلمہ طیبہ کے چوبیس حروف اور شب و روز کے چوبیس گھنٹوں کے مطابق ایک مقدمہ اور چوبیس فصلوں پر مرتب کیا ہے۔

مقدمہ تخلیق کائنات کا آغاز؟

چوبیس فصلیں اس طرح مرتب کی گئی ہیں۔	
پہلی فصل نمبر ۱	انسان اور وطن اصلی؟
فصل نمبر ۲	انسان اور منزل اسفل السافلین؟
فصل نمبر ۳	اجسام و ارواح؟
فصل نمبر ۴	اعداد علوم؟
فصل نمبر ۵	توبہ و تلقین؟
فصل نمبر ۶	اہل تصوف کون؟
فصل نمبر ۷	ذکر و اذکار؟
فصل نمبر ۸	شرائط ذکر؟
فصل نمبر ۹	دیدار خداوندی؟
فصل نمبر ۱۰	حجابات ظلمات و انوار؟
فصل نمبر ۱۱	سعادت اور شقاوت؟
فصل نمبر ۱۲	فقراء کون؟
فصل نمبر ۱۳	طہارت و نظامت؟
فصل نمبر ۱۴	صلوٰۃ شریعت و طریقت؟
فصل نمبر ۱۵	عالم تجرید و طہارت معرفت؟
فصل نمبر ۱۶	زکوٰۃ شریعت و طریقت؟
فصل نمبر ۱۷	روزہ شریعت و طریقت؟
فصل نمبر ۱۸	حج شریعت و طریقت؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مقدمہ۔

تخلیق کائنات کا آغاز؟

اے پڑھنے سننے والے! تو اس بات کو اچھی طرح سمجھ لے اور اللہ تعالیٰ تجھے اسی چیز کی توفیق مرحمت فرمائے جسے وہ پسند فرماتا ہے۔ اور جس سے اس کی رضا و خوشنودی حاصل ہوتی ہے۔

باعث تخلیق عالم

سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب نبی کریم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے نور جمال سے تخلیق فرمایا۔ چنانچہ (حدیث قدسی میں ہے)

خَلَقْتُ رُوحَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ نُورٍ وَجْهِي كَمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوَّلُ مَا خَلَقَ اللَّهُ رُوحِي وَ أَوَّلُ مَا خَلَقَ اللَّهُ الْقَلَمَ وَ أَوَّلُ مَا خَلَقَ اللَّهُ الْعَقْلَ فَالْمَرَادُ مِنْهَا شَيْ وَاحِدٌ وَهُوَ الْحَقِيقَةُ الْمُحَمَّدِيَّةُ (عليه التحية والثناء)

میں نے سب سے پہلے اپنے نور سے روح محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تخلیق فرمایا۔ جیسے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میری روح کو تخلیق فرمایا نیز فرمایا سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنے نور سے میرے نور کو پیدا فرمایا اور فرمایا سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے قلم کو تخلیق فرمایا اور کہا سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے عقل کو پیدا کیا۔ ان تمام کلمات طیبات سے ایک ہی شی مراد ہے اور وہ ہے حقیقت محمدیہ علیہ التحیۃ والثناء۔

نور

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات کا نام نامی اسم گرامی

فصل نمبر ۱۹	وجد اور طہارت قلبی؟
فصل نمبر ۲۰	خلوت گزینی اور گوشہ نشینی؟
فصل نمبر ۲۱	اوراد و وظائف؟
فصل نمبر ۲۲	احوال خواب؟
فصل نمبر ۲۳	احوال اہل تصوف؟
فصل نمبر ۲۴	خاتمہ احوال علوم؟
-----	انوار و تجلیات کی کیفیت؟



نور اس بنا پر رکھا گیا کہ آپ ظلماتِ جلالیہ سے صاف و شفاف ہیں۔ جیسے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ (المائدہ پ ۶ رکوع ۶: ۱۵)
 بیشک تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نور اور کتاب نور آئی۔
 (نور سے مراد نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات اقدس اور کتاب سے قرآن مجید مراد ہے۔)

عقل

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات والا برکات کو عقل سے تعبیر فرمانے کا مقصد یہ ہے کہ آپ کو تمام کلیات کے ادراک سے نوازا گیا۔

قلم

اور قلم سے موسوم فرمایا اسلئے کہ علم کو منتقل کرنے کا باعث ہے جیسے حروف کے عالم میں علم اس کا سبب ہے۔ لہذا آپ تمام موجودات و تخلیقات کا خلاصہ اور کائنات کی تخلیق کا آغاز اور اصل ہیں چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں

أَنَا مِنَ اللَّهِ وَالْمُؤْمِنُونَ بِي فِي اللَّهِ مِنْ رَبِّهِمْ
 اللہ تعالیٰ نے تمام ارواح کو عالم لاہوت میں روح مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عمدہ اور حقیقی صورت پر تخلیق فرمایا اور اس عالم میں بنی نوع انسان سے مراد آپ کی ہی ذات ستودہ صفات ہے اور وہی وطن اصلی ہے۔ جب اس پر چار ہزار سال کا عرصہ بیت گیا تو اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی چشم مبارک سے عرش کو پیدا فرمایا اور باقی تمام کائنات کو عرش سے تخلیق فرمایا۔

پھر تمام ارواح کائنات کو سب سے نچلے طبقہ (اجسام و اجساد) میں منتقل کر

دیا گیا۔ جیسے کہ رب العزت کا ارشاد ہے۔ ثُمَّ رَدَدْنَاهُ أَسْفَلَ سَافِلِينَ ۝ پھر ہم نے اسے نیچے سے نیچے بھیج دیا۔ یعنی پہلے عالم لاہوت سے عالم جبروت میں رکھا پھر اللہ تعالیٰ نے ان ارواح کو حرمین شریفین کے مابین نور جبروت کی خلعت پہنائی اور وہی روح سلطانی ہے۔

پھر انہیں اس لباس میں عالم ملکوت کی طرف اتارا اور انہیں نور ملکوت کے لباس سے نوازا۔ اور وہی روح سلطانی ہے۔ پھر عالم ملک میں بھیجا اور انہیں نور کا لباس عطا کیا وہی روح جسمانی سے عبارت ہے۔

پھر عالم ملک سے عالم اجساد و اجسام کی تخلیق فرمائی۔ چنانچہ ارشاد فرمایا
 مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرَى (طہ پ ۱۶ آیت ۵۵)

ہم نے زمین سے تمہیں پیدا کیا اس میں ہم تمہیں لوٹائیں گے اور پھر زمین سے ہی تمہیں نکالا جائیگا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے رُوحوں کو جسموں میں داخل ہونے کا حکم فرمایا چنانچہ وہ حکم پاتے ہی جسموں میں داخل ہو گئیں۔ چنانچہ رب العالمین کا ارشاد ہے۔
 وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُوحِي (ص پ ۲۳ آیت ۷۲) اور میں نے اس میں روح پھونکی۔

اور جب ارواح و اجساد کا رشتہ مضبوط ہوا اور ارواح اجساد کے ساتھ مانوس ہوئیں تو وعدہ یشاق کو طاق نسیاں میں رکھ دیا جو یہ تھا۔ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلَىٰ (اعراف آیت: ۱۷۲) کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ سبھی نے اعتراف کرتے ہوئے اقرار کیا کیوں نہیں یا اللہ تو ہمارا رب ہے۔ جب عہد یشاق کو بھلا دیا تو وطن اصلی کی طرف رجوع نہ کر سکیں۔ تو اللہ رحمان و رحیم نے آسمانی کتب نازل فرما کر وطن اصلی کی یاد تازہ کرادی چنانچہ ارشاد خداوندی ہے۔

وَذَكَّرْهُمْ يَا أَيُّهَا اللَّهُ (ابراہیم پ ۱۳ آیت ۵)

اور انہیں اللہ تعالیٰ کے دن یاد دلائیں۔ یعنی وصل کے وہ دن جو رحیم دیکھ چکی ہیں چنانچہ تمام انبیاء و مرسلین علیہ الصلوٰت والتسلیمات انہیں ایام کی یاد دہانی کیلئے دنیا میں تشریف لائے اور پھر عالم آخرت کی راہ لی۔

لیکن بہت ہی کم لوگوں نے ان کی نصیحتوں پر عمل کیا اور راغب ہوئے (تاہم جن لوگوں نے ان کی طرف رجوع کیا) ان کے دل وطن اصلی کی محبت میں جوش زن ہوئے اور وہ مقام اصلی تک پہنچنے میں کامیابی سے سرفراز ہوئے یہاں تک کہ سلسلہ نبوت روح اعظم (یعنی سید الانبیاء والمرسلین جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) خاتم النبوة والرسالت ہادی راہ ہدایت پر تمام و کمال تک جا پہنچا۔

اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا تاکہ تمام لوگوں کے دلوں پر جو غفلت کے پردے پڑے ہوئے تھے ان کی چشم بصیرت کو غفلت کی نیند سے بیدار کریں۔

چنانچہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں اللہ کے وصال و جمال ازلی کے حصول کی دعوت دی جیسے رب العالمین کا ارشاد ہے قُلْ هَذِهِ سَبِيلِي أَدْعُو إِلَى اللَّهِ عَلَى بَصِيرَةٍ أَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِي (یوسف پ ۱۳ آیت ۱۰۸) میرے حبیب آپ فرما دیجئے یہی میرا راستہ ہے میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں میں اور میرے قابعین بصیرت قلبی رکھتے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ أَصْحَابِي كَالنَّجْمِ بِأَيْمِهِمْ اِقْتَدَيْتُمْ أَهْتَدَيْتُمْ میرے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ستاروں کی مانند ہیں ان میں سے تم جس کے نقش قدم پر چلو گے ہدایت حاصل کر لو گے۔ بصیرت روح کی آنکھ ہے۔ جو اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے وسیلے سے

دلوں میں کھلتی ہے۔

جو ظاہری علم سے نہیں علم لدنی (جو باطنی علم ہے) اس کے ذریعے حاصل ہوتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ وَعَلَّمْنَاهُ مِنْ لَدُنَّا عِلْمًا (۱)

اور ہم نے اسے اپنے خاص علم سے نواز۔ لہذا انسان پر لازم ہے کہ وہ اہل فراست و بصیرت کی متابعت اور عالم لاہوت کی خبر رکھنے والے مرشد کامل کی تعلیم و ہدایت سے چشم بصیرت حاصل کرنے کی کوشش کرے۔

اے میرے بھائیو! خبردار ہوشیار!

توبہ کرتے ہوئے اپنے رب کی مغفرت کو حاصل کرنے کیلئے دوڑیں جیسے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَسَارِعُوا إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِينَ (ال عمران پ ۳ آیت ۱۳۳) اور جلدی کرو اپنے رب سے مغفرت حاصل کرنے کیلئے اور ایسی جنت جس کا عرض تمام آسمانوں اور زمین جتنا ہے یہ متقین کیلئے پیدا کی گئی ہے۔

پس تم طریقت کا راستہ اپناؤ اور روحانی قافلوں کی معیت میں اپنے رب کی طرف رجوع کرو (کیونکہ بہت جلد اس جہاں کا راستہ بند ہو جائیگا پھر کوئی رشتہ سفر نہیں مل سکے گا۔

ہم اس فنا کی وادی میں گم ہو جانے والی دنیا میں دائمی قیام کیلئے نہیں آئے اور نہ کھانا پینا میرا مقصود اصلی ہے اور نہ ہی خواہشات نفسانیہ اور نفس امارہ کی لذتوں پر قناعت کرنے کیلئے۔

لوگو! تمہارے پیارے رسول نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمہارے انتظار میں ہیں تمہاری خاطر وہ مغوم ہیں جیسے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خود فرماتے ہیں۔ عَجَىٰ لِأَجْلِ أُمَّتِي الَّذِي فِي آخِرِ الزَّمَانِ ☆ میں اپنے ان امتیوں

کے بارے میں ہوتا ہوں جو آخری زمانے میں ہونگے۔

علم ظاہر، علم باطن

ہمیں دو قسم کا علم ودیعت فرمایا گیا ہے علم ظاہری اور علم باطنی! یعنی علم شریعت اور علم طریقت!

شریعت کا حکم ہمارے ظاہر پر اور طریقت کا ہمارے باطن پر نافذ ہوتا ہے۔ ان دونوں علموں کے اجتماع کا ثمرہ علم حقیقت ہے جیسے درخت اور پتوں کے اجتماع کا نتیجہ پھل ہیں چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَا يَبْغِيَانِ (الرحمن: ۲۷ آیت ۲۰/۱۹)

اس نے دو سمندر بہائے جو دیکھنے میں ملے ہوئے ہیں اور ہے ان کے درمیان روک کہ ایک دوسرے سے بڑھ نہیں سکتا۔ (کنز الایمان)

صرف ظاہری علم سے حقیقت تک رسائی ممکن نہیں اور نہ منزل مراد تک پہنچا جاسکتا ہے۔ (عبدالمت کی تکمیل کیلئے دونوں علوم کا ہونا ضروری ہے ایک ناکافی ہے۔

جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ (الذاریت ۲۷ آیت ۵۶) میں نے جنوں اور انسانوں کو عبادت کیلئے پیدا فرمایا ہے یعنی میری معرفت کیلئے کوشاں رہیں۔ کیونکہ جو اس ذات حق تعالیٰ کی معرفت نہیں رکھے گا وہ اس کی عبادت کیسے کر پائے گا۔

معرفت الہیہ! قلب کی صفائی اور آئینہ دل سے خواہشات نفسانیہ کی میل کچیل کو دور کرنے سے ہی حاصل کی جاسکتی ہے۔ اور جب معرفت الہی حاصل ہو جاتی ہے تو جمال کنز مخفی کا دل کی انتہائی گہرائی مقام سے مشاہدہ ممکن ہوتا ہے۔ چنانچہ حدیث قدسی میں ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

كُنْتُ كَنْزًا مَخْفِيًا فَآخَبَيْتُ أَنْ أُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ

میں مخفی خزانہ تھا پس مجھے محبت ہوئی کہ میری پہچان ہوتو میں نے مخلوق کی تخلیق شروع فرمادی۔

تاکہ وہ میری معرفت سے بہرہ مند ہوں۔ لہذا یہ بات اچھی طرح واضح ہو گئی کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی معرفت کیلئے ہی تخلیق فرمایا ہے۔

کنت کنزاً مخفياً کا راز تابش کھل گیا

جب جہاں میں سرور دنیا و دیں پیدا ہوئے

(تابش قصوری)

معرفت کی اقسام

معرفت دو قسم پر مشتمل ہے۔

معرفت صفات خداوندی اور معرفت ذات خداوندی۔

صفاتی معرفت یہ ہے کہ دونوں جہاں میں اسکے بے کیف وجود کا ظہور ہے۔

اور معرفت ذات یہ ہے کہ عالم آخرت میں روح قدسی کیلئے روح خداوندی اسکا نصیب ہوگی۔

چنانچہ فرمان خداوندی ہے۔

وَأَيَّدْنَا بِرُوحِ الْقُدُسِ اور ہم نے اس کی پاک روح سے مدد فرمائی۔

(روح قدس سے مراد حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں) یہ ہر دو قسم کی معرفت۔

معرفت ذاتی و صفاتی ہر دو علم کے بغیر نہیں پاسکتے علم ظاہری اور علم باطنی جن کا بیان گزر چکا ہے

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان ہے مسلم دو طرح سے ہے ایک جس کا تعلق زبان سے ہے اور دوسرا علم جس کا تعلق دل سے ہے۔

پہلا برہان خداوندی ہے جبکہ دوسرا حصول مقصد کیلئے مفید ترین ہے پس

انسان کو اولاً علم شریعت کی ضرورت ہے۔ تاکہ بدن عالم معرفت صفات میں

اس ذات کریم کی معرفت سے بہرہ مند ہو سکے اور وہ درجات پر محیط ہے۔
بعدہ علم باطنی کی محتاجی ہے تاکہ روح عالم معرفت میں اللہ تعالیٰ کی
معرفت کو حاصل کر سکے۔

وہ ایسی معرفت شریعت اور طریقت کے خلاف جو ایمیں پائی جاتی ہیں ان کو
ترک کئے بغیر حاصل کرنا ممکن نہیں۔

اسے حاصل کرنے کیلئے ایسی جسمانی و روحانی مشقتوں اور ریاضتوں کی ضرورت
ہے جو محض رضائے الہی کیلئے مختص ہوں تماشہ کرنے یعنی سنانے دکھانے کی غرض سے
نہ ہوں جیسے کہ رب العالمین کا ارشاد ہے۔

فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ
بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا (الکھف پ ۱۶ آیت ۱۱۰)

پس جو شخص اپنے رب سے ملاقات کی امید رکھتا ہے اسے چاہیے کہ وہ
صالح عمل بجالائے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ بنائے۔

عالم معرفت

یعنی عالم لاہوت جو وطن اصلی ہے (جس کا بیان گزر چکا) جس میں اللہ
تعالیٰ نے روح قدسی کو نہایت عمدہ صورت میں تخلیق فرمایا۔ اور روح قدسی سے
حقیقی انسان مراد لیا ہے جو دل کی گہرائی میں بطور امانت محفوظ ہے اس کے وجود
کا ظہور توبہ، تلقین اور کلمہ توحید لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اولاً زبان
سے ہمیشہ ذکر کرنے میں ہوتا۔

اس طرح کہ دل کے زندہ ہونے کے بعد زبان حال سے کلمہ توحید کا ذکر
کیا جائے ایسے وقت میں صوفیائے کرام اپنی اصطلاح میں اسے طفل المعانی سے
موسوم کرتے ہیں۔

اس لئے کہ معانی قدسیہ اور صفات کا ظہور ہوتا ہے اور ”طفل المعانی“ نام

ہونے پر کئی وجوہ بیان کرتے ہیں۔

۱ یہ کہ یہ دل میں ہوتا ہے جیسے بچہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتا ہے۔
حالانکہ باپ اس کی پرورش کرتا ہے۔ پھر بتدریج بڑھتے بڑھتے بلوغت کی منزل
تک پہنچ جاتا ہے۔

۲ عموماً بچوں کو ظاہری تعلیم سے آراستہ کیا جاتا ہے۔ بعینہ اس بچے کو علم
معرفت کی تعلیم دی جاتی ہے۔

۳ جیسے جسمانی دینیوی بچہ ظاہری گناہوں کی کٹافٹوں اور کدورتوں سے پاک
کیا جاتا ہے ایسے ہی اس روحانی بچے کو شرک و بدعت غفلت و کوتاہی اور
جسمانیت کی میل کچیل سے صاف و پاک کیا جاتا ہے۔

۴ یہ کہ بچے کی اس پاکیزہ صورت کی طرح طہارت و پاکیزگی میں بڑھتا
ہے تو خوابوں میں مطلوب و مقصود کی صورت پر فرشتوں کی طرح دکھائی دینے لگتا
ہے۔

۵ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے جنت کے نتائج کو طفولیت (بچپن) کی کیفیت سے
بیان کیا ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

ویطوف علیہم ولدانٌ مُّخَلَّدُونَ اور جنتیوں کی خدمت کیلئے ہمیشہ
ہمیشہ رہنے والے بچے ان کے گردا گرد رہیں گے۔

نیز فرمایا:

عِلْمَانٌ لَّهُمْ كَانَتْهُمْ لَوْلُو مَكْنُونٌ (طور پ ۲۷ آیت ۲۳)

اور جنتیوں کیلئے علمان یعنی بچے ہونگے گویا کہ چھپے ہوئے موتی ہیں۔

۶ یہ کہ اسکا نام اس کی طہارت و پاکیزگی اور لطافت کے اعتبار سے ہے۔

۷ جسمانی تعلق اور بشری صورت کے اعتبار سے اس نام کے ساتھ طفل کا
اطلاق ہونا محض مجازی طور پر ہے اور یہ اطلاق اس کے حسن و جمال اور قبول

صورت ہونے کے اعتبار سے ہے نہ کہ اس کے فقر و فنا اور طہارت قلبی کے باعث اور اس کی ابتدائی حالت پر نظر دوڑانے سے واضح ہو جاتا ہے کہ وہ حقیقی انسان ہے۔ کیونکہ اسے اللہ تعالیٰ کی ذات سے ایسی نسبت ہے کہ وہ جسم اور جسمانی عوارض سے بے خبر ہے۔

جیسے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

لِي مَعَ اللَّهِ وَقْتُ "لَا يَسَعُ فِيهِ مَلَكٌ" "مَقْرَبٌ" "وَلَا نَبِيٌّ" "مُرْسَلٌ"

میرے لئے اللہ تعالیٰ کی معیت میں ایسا وقت بھی آتا ہے کہ جس میں نہ کسی مقرب فرشتہ اور نہ نبی مرسل کے ٹھہرنے کی گنجائش ہوتی ہے۔

اس سے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا لباس بشریت میں ہونے کا مفہوم ہے۔ ملک مقرب سے ایسی روحانیت مراد ہے جو جبروتی نور سے تخلیق کی گئی ہے۔ چنانچہ فرشتے نور سے تخلیق ہوئے لہذا اس کیلئے مقام نور لاہوت میں عمل دخل کا کوئی واسطہ نہیں۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

إِنَّ لِلَّهِ جَنَّةً "لَا فِيهَا حُورٌ" "وَلَا قُصُورٌ" "وَلَا عَسَلٌ" "وَلَا لَبَنٌ" "بَلْ أَنَا

يَنْظُرُ إِلَيَّ وَجْهَ اللَّهِ تَعَالَى"

پیشک اللہ رب العزت کیلئے ایسی جنت ہے جس میں حوریں ہیں نہ محلات نہ شہد اور نہ ہی دودھ اس میں تو صرف ذات حق تعالیٰ کے دیدار و زیارت کی ہی نعمت ہے۔

جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَجُوهٌ "يَوْمَئِذٍ نَاصِرَةٌ"

اس دن بکثرت چہرے تروتازہ ہونگے۔

اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

سَتْرُونَ رَبِّكُمْ كَمَا تَرَوْنَ الْقَمَرَ لَيْلَةَ الْبَدْرِ.

عنقریب تمہیں اپنے رب کی زیارت ہوگی جیسے تم چودھویں رات کے چاند کو دیکھتے ہو۔

اگر فرشتہ یا جسمانی انسان اس میں داخل ہو جائے تو جل جائے گا جیسے کہ حدیث قدسی میں ہے۔

لَوْ كَشَفَ سُبْحَاتِ وَجْهِ جَلَالِي لَأَخْتَرْتُ كُلَّ مَا أَنْتَهَى إِلَيْهِ بَصْرِي

اگر میں اپنے عظمت کے انوار جلال کو ظاہر کر دوں تو تمام اشیاء جل کر راکھ ہو جائیں جہاں تک میرے جلوؤں کا ظہور ہو۔

جیسے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے (شب معراج) عرض کیا۔

لَوْ ذَنُوتُ أَنْعَمَةَ لَأَخْتَرْتُ

اگر میں سرمو بھی آگے بڑھا تو جل جاؤنگا۔

شعر

میں جل جاؤں گا سدرہ سے بڑھوں گر بال بھر آگے

کہا جبریل نے یا مصطفیٰ معراج کے دولہا

(تابش قصوری)

اگر یک سرے موئے برتر پر

فروغ تجلی بسو زد پر

(حضرت سعدی شیرازی علیہ الرحمۃ)



انسان اور وطن اصلی

انسان کی دو قسمیں ہیں۔ جسمانی اور روحانی

جسمانی عام انسان ہیں اور روحانی خاص انسان ہیں۔

عام انسان کا رجوع اپنے گھر کی طرف رہتا ہے اور وہ مراتب و درجات ہیں جو علم شریعت، طریقت اور معرفت کے احکام پر عمل پیرا ہونے پر حاصل ہوتے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں حکمت جامعہ معرفتِ خداوندی ہے جب کہ اعمال ریاکاری اور بناوٹ سے پاک ہوں۔ اس درجات تین طبقوں پر مشتمل ہے۔

۱ وہ جنت جو عالم ملک میں ہے اسے جنت الماویٰ کہتے ہیں۔

۲ وہ جنت جو عالم ملکوت میں ہے اسے جنت النعیم سے یاد کیا گیا ہے۔

۳ وہ جنت جو عالم جبروت میں ہے اسے جنت الفردوس کہا گیا ہے۔

اور یہ جسمانی نعمتیں ہیں اور جسم تین علموں کے بغیر اپنے علم میں نہیں پہنچ سکتا اور وہ تین علم یہ ہیں

علم شریعت، علم طریقت، علم معرفت

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں الحکمة الجامعة، معرفة الحق، معرفت الہیہ ہی حکمت جامعہ ہے۔

والعمل بہا و معرفة الباطل و ترکہ اور معرفت الہی حق کی پہچان اور پھر اس پر عمل پیرا ہونا ہے۔ نیز باطل کو پہچان کر اسے ترک کرنا حکمت جامعہ ہے۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مزید فرماتے ہیں۔

اللَّهُمَّ ارْنَا الْحَقَّ حَقًّا وَارْزُقْنَا تَبَاعَهُ، وَارْنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَرْزُقْنَا

اِخْتِنَابَهُ.

الہی ہمیں حق واضح فرمادے جیسے کہ وضاحت کا حق ہے۔ اور پھر اس پر عمل کی توفیق مرحمت فرما اور ہمیں باطل سے آگاہ فرما جیسا کہ وہ باطل ہے اور پھر اس سے ہمیں محفوظ و مامون فرمادے۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مزید فرماتے ہیں۔

مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ، وَخَالِقَهُ، فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ، وَتَابِعَهُ.

جس نے اپنے آپ اور اپنے خالق کی معرفت حاصل کر لی بیشک اس نے اپنے پروردگار کی معرفت حاصل کی۔ اور اس کا فرمانبردار بن گیا۔

خاص انسان کی منزل وطن اصلی میں پہنچ کر قربِ خداوندی کا حصول ہے

جس کا ذریعہ علم حقیقت ہے۔ یعنی عالم قربت، لاہوت میں توحید ہے۔ دینیوی

زندگی میں اسے اپنی عادت کے باعث یہ مقام مل سکتا ہے۔ پھر انسان خاص کا

سونا اور بیدار رہنا یکساں ہوتا ہے۔ بلکہ جب جسم سوتا ہے تو قلب کو فرصت میسر

ہو جاتی ہے۔ تو پھر وہ کلی یا جزوی طور پر وطن اصلی میں پہنچ جاتا ہے چنانچہ اللہ

تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اللَّهُ يَتَوَقَّى الْأَنْفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا الْآيَةَ

(الزمر پ ۲۳ آیت ۴۲)

اللہ جانوں کو قبض کرتا ہے ان کی موت کے وقت اور جو فوت نہیں ہوئے۔ ان کو ان کی نیند میں۔

اسلئے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

نَوْمُ الْعَالِمِ خَيْرٌ مِنْ عِبَادَةِ الْجَاهِلِ.

عالم کی نیند جاہل کی عبادت سے اچھی ہے۔ اس لئے کہ اس کا دل نور

توحید سے زندہ ہوتا ہے۔ اور وہ زبان حال سے بلا حروف اور آواز کے اسمائے الہی کے دائمی ذکر میں مصروف رہتا ہے۔

چنانچہ اللہ کا ارشاد ہے کہ انسان میرا اور میں اس کا راز ہوں۔ (حدیث قدسی) مزید ارشاد ہے۔ علم باطنی میرے رازوں میں سے ایک راز ہے۔ جسے میں نے اپنے خاص بندوں کے دلوں میں رکھا ہے۔ اور میرے سوا اس راز کو کوئی نہیں جانتا۔ (حدیث قدسی)۔

حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي وَأَنَا مَعَهُ، حِينَ يَذْكُرُنِي وَإِذَا ذَكَرَنِي فِي نَفْسِهِ ذَكَرْتَهُ، فِي نَفْسِي وَإِذَا ذَكَرَنِي فِي مَلَأَةٍ ذَكَرْتَهُ، فِي مَلَأَةٍ أَحْسَنَ مِنْهُ.

میں اپنے بندے کے گمان کے نزدیک ہوں۔ اور میں اس کے ساتھ ہوں۔ جب وہ مجھے یاد کرتا ہے میں اسے یاد کرتا ہوں اگر وہ مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اسے اپنی شان کے مطابق اپنے آپ میں یاد کرتا ہوں۔ اور وہ مجھے مجلس میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اسے مجلس میں یاد کرتا ہوں جو اس کی مجلس سے زیادہ عمدہ ہے۔ اس سے مراد علم تفکر ہے۔ جو انسان کے وجود میں ودیعت کر رکھا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

تَفَكَّرَ سَاعَةً خَيْرٌ مِنْ عِبَادَةِ سَبْعِينَ سَنَةً.

ذات خداوندی کے بارے میں فکر کا ایک لمحہ ستر سالہ عبادت سے بہتر ہے۔ نیز فرمایا فکر ذات الہی میں ایک لمحہ کی عظمت اور شان یہ ہے کہ وہ لمحہ ایک ہزار سال کی عبادت سے افضل ہے۔

علم ایسا عرفان ہے جو اللہ تعالیٰ وحدانیت کی معرفت کا باعث ہوتا ہے جس کے وسیلہ سے عارف قرب کے درجہ کو پالیتا ہے۔ اور پھر وہ عابد و عارف تمام

قرب میں مجھ پر واز رہتا ہے۔ جیسا کہ کسی شاعر نے اس سلسلہ میں یوں کہا ہے۔

قُلُوبُ الْعَاشِقِينَ لَهَا عُيُونٌ

تَرَى مَا لَا يَرَاهَا النَّاطِرُونَ

لَهَا أَجْنَحَةٌ تَطِيرُ بِغَيْرِ رِيَشٍ

إِلَى مَلَكُوتِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

عشاق کے دلوں کی ایسی آنکھیں ہیں جو ایسے امور کا مشاہدہ کرتی رہتی ہیں۔ جن کو عام دیکھنے والے نہیں دیکھ سکتے۔ انکی پرواز بلا بال و پر ہوتی ہے اور وہ رب العالمین کے ملکوں کی طرف پرواز کرتے رہتے ہیں۔

پھر یہ پرواز خاص انسان عارف کے باطن میں ہوتی ہے۔ حقیقتاً اسے ہی انسان کہا گیا ہے۔ وہی اللہ کا حبیب ہے۔ وہی اس کا محرم اور عروس ہے۔ جیسا کہ حضرت بایزید بسطامی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ اہل اللہ ہی اللہ کے عرائس ہیں۔ جیسے محرم خاص کے علاوہ عروس کوئی نہیں جانتا۔ ایسے ہی وہ لباس بشریت میں پوشیدہ ہوتے ہیں انہیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ حدیث قدسی میں ہے۔

أَوْلِيَانِي تَحْتَ قَبَائِي لَا يَعْرِفُهُمْ غَيْرِي.

میرے ولی میری قبائے کے نیچے ہیں۔ انہیں میرے سوا کوئی نہیں پہچانتا۔

لوگ تو ان کی ظاہری زیب و زینت کے علاوہ کچھ نہیں دیکھ پاتے۔

حضرت سحلی بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

أَوْلِيُّ رِيحَانِ اللَّهِ فِي أَرْضِهِ يَشْمُهُ الصِّدِّيقُونَ. (الی آخرہ)

جب انکی خوشبو انکے دلوں میں اتر جاتی ہے۔ تو پھر جذبہ عشق مولیٰ تعالیٰ کی طرف بڑھ جاتا ہے۔ اور انکی عبادت ان کی اخلاقی ترقی اور درجہ فنا کے مطابق بڑھ جاتی ہے۔ اسلئے کہ جتنا زیادہ قرب نصیب ہوتا ہے۔ اتنا ہی زیادہ فنایت کا درجہ بڑھ جاتا ہے پس ثابت ہوا کہ ولی وہی خوش بخت ہے جو فنا حالہ فنا ہو۔ اور

مشاہدہ حق میں اسے معراج حاصل ہو۔ نہ اسے فی نفسہ اختیار ہو اور نہ ہی ذاتِ خداوندی کے علاوہ کسی سے پیارا اور قرار ہو۔

ایسا ہی انسان کرامات کیساتھ مؤید ہوتا ہے۔ اور عام لوگوں سے منفرد، ممتاز اور علیحدہ ہوتا ہے اس لئے کہ کرامت ایک ایسی چیز ہے جس کا ظاہر غیر مناسب ہے۔ کیونکہ ربوبیت کے اسرار کو ظاہر کرنا کفر ہے۔

مرصاد میں ہے۔

اصحاب کرامات سبھی محبوب (پوشیدہ) ہیں اور اولیائے خواص کیلئے تو کرامات کا ظہور محض حیض کی مانند ہے۔ ولایت کے ہزار ہا مقام ہیں اور سب سے پہلا مقام کرامت ہے۔ جو اسے کر گیا گویا اس نے باقی مقامات بھی حاصل کر لئے۔ (یعنی وہ محرومیت سے محفوظ ہو گیا اور جب کوئی دروازے میں ہی داخل نہ ہو تو وہ کیا حاصل کر پائے گا؟)



بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل نمبر ۲

انسان اور منزل اسفل السافلین

اللہ تعالیٰ نے جب روح قدسی کو عالم لاہوت میں عمدہ و حسین صورت میں تخلیق فرمایا تو ساتھ ہی انسان کا ارادہ بھی کر لیا ہے کہ اسے اسفل السافلین کی طرف پھیرا جائے گا۔ تاکہ غلبہٴ انیست و محبت کے باعث اسے صدق کے اس مرتبہٴ عظیم تک پہنچایا جاسکے جو قادر کریم کے حضور قرب و نزدیکی کا ما حاصل ثابت ہو۔ اور یہ مقام خاص انبیاء اولیاء کرام کا ہے۔

پہلے اسے تخم توحیدی کے ساتھ عالم جبروت میں پہنچایا جاتا ہے پھر عالم نورانیت سے ناسوت کیلئے محفوظ رکھا جاتا ہے اور پھر اسے اس عالم کا جامہ پہنایا جاتا ہے اور پھر عالم ملک کی طرف بھیجا جاتا ہے۔ پھر اس کیلئے جملہٴ عنصری تیار کیا جاتا ہے۔ (یعنی ہوا، پانی، آتش، مٹی انہیں اربعہ عناصر سے موسوم کرتے ہیں) اسلئے کہ عالم ملک یعنی جسم کثیف جلنے نہ پائے۔

بلحاظ لباس جبروتی اس کا نام روح سلطانی۔

بلحاظ عالم ملکوتی اس کا نام روح سیرانی و روانی۔

بلحاظ لباس ملکی اس کا نام روح جسمانی رکھا۔

چونکہ مقام اسفل کی جانب آنے سے مراد انسان، دل اور جسم کے وسیلہ سے زیادہ مرتبہٴ قرب کا اہل ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کیلئے اپنے دل میں تخم توحیدی کاشت کرے تاکہ اسکی قلبی زمین میں شجر توحید پیدا ہو جسکی جڑ فضائے سرور میں مضبوط و مستحکم ہو کر ثمرات توحید سے بار آور ہو پائے۔

پھر تخم شریعت زمین قلب میں بوئے تاکہ اس میں شریعت کا درخت پیدا

ہو اور مراتب و درجات کے پھل لائے۔ بناء علیہ اللہ تعالیٰ نے جملہ ارواح کو اجسام میں داخلے کا فرمان جاری کیا اور ہر ایک کیلئے الگ الگ مقام و مرتبہ مخصوص فرمایا۔

چنانچہ انسانی روح کا مقام خون اور گوشت کے مابین ہے۔ روح قدسی کا مقام سر ہے۔ اصلاح اصفیاء میں یہ ایک مقام کا نام ہے جسے سر سے موسوم کرتے ہیں جو روح خداوندی کا حامل ہے جسے روح اور گوشت کے درمیان ہے۔

ان دونوں (روح انسانی اور روح قدسی) کے ہر ایک کے وجود میں ایک ایک شہر ایک ایک مکان موجود ہے۔ وہاں سامان تجارت ہے۔ اس میں منافع ہی منافع ہیں اور اس شہر اور اس مکان میں ایسی تجارت کا سلسلہ قائم ہے کہ اسے کبھی فنا یا بندش کا خطرہ نہیں۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

سِرًّا وَعَلَانِيَةً يَرْجُونَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُورًا. (پ) (فاطر پ ۲۲ آیت ۲۹)

جو ہمارے عطا کردہ مال سے ظاہر و باطناً خرچ کرتے رہتے ہیں وہ ایسی تجارت کی امید رکھتے ہیں جس میں نقصان کا ہرگز خطرہ نہیں۔

ہر انسان کو اپنے وجود اپنی ذات یعنی اپنے ہونے کے باطنی معاملات کی معرفت لازم ہے۔ کیونکہ یہاں جو کچھ بھی حاصل ہوگا وہ اسی کے گلے کا ہار ہوگا۔ وہ اسکے ذمہ ڈال دیا جائے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ اَفَلَا يَعْلَمُ اِذَا بُعِثَ رَافِعِي الْقُبُورِ وَحُصِّلَ مَا فِي الصُّدُورِ. (العدیت پ ۳۰ آیت ۹، ۱۰) کیا انسان نہیں جانتا جب قبروں سے اٹھائے جائیں گے اور جو کچھ انکے سینوں میں ہے اسکو ظاہر کر دیا جائے گا۔ نیز فرمایا۔ كُلُّ اِنْسَانٍ اَلزَّمْنَانُ اَطَابِرُهُ فِي غُنْفِهِ. (بنی اسرائیل پ ۱۵ آیت ۱۳) ہر انسان کا مقدر اسکے گلے کا ہار بنا دیا ہے۔



فصل نمبر ۳

ارواح و اجسام

جسمانی شہر روحانی دکان

جسم کے شہر میں روحانی دکان پائی جاتی ہے جس کا سودا سلف سینہ اور ظاہری اعضاء ہیں اور اس کی ”آمدنی“ شریعت ہے اور اس کی تجارت احکام شریعہ پر عمل کرنا ہے جسے اللہ رب العزت نے اپنے بندوں پر فرض ٹھہرایا ہے اور ان اعمال میں شرک کا شبہ تک نہ داخل ہونے پائے۔ جیسے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ اَحَدًا (الكهف پ ۱۶ آیت ۱۱۰)

اللہ یکتا ہے اور یکتائی کو ہی پسند کرتا ہے۔ یعنی ایسے اعمال جو ریا۔ سمعہ، تکلف، بناوٹ اور ریا سے صاف و پاک ہوں۔ کیونکہ ولایت کشف و کرامات سے بھی عبارت ہے۔ اس لئے پانی پر چلنا، ہوا میں اڑنا آنا فنا ایک جگہ سے دوسری جگہ چلے جانا، دور دراز سے سن لینا اور باطن میں پوشیدہ رازوں کا جاننا اور ظاہر کرنا وغیرہ یہ اہل معرفت کے نزدیک ولایت سے نہیں بلکہ رہبانیت کے درجات سے ہے۔ گو عالم آخرت میں ان اعمال کا منافع جنت حوریں اور محلات، عِلْمَانُ شَرَابًا طَهُورًا اور دیگر نعمتیں ہیں۔ جو سبھی پہلی ہی جنت کا ہار و سامان ہیں۔ جنتے جنت ملائی سے تعبیر کیا گیا ہے۔

روحانی شہر اور روحانی دکان

روح روانی کا مقام قلب ہے اور اسکا مال و متاع (ساز و سامان) علم طریقت ہے۔ اور اسکی تجارت بارہ اسمائے اصول میں سے پہلی چار اسمائے گرامی کے ذکر میں مشغول ہونا ہے۔ ایسے کہ حروف و صوت کا کوئی عمل دخل نہ ہو۔ جیسے

کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ قُلِ ادْعُوا اللَّهَ أَوِ ادْعُوا الرَّحْمَنَ أَيًّا مَا تَدْعُوا فَلَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ (بنی اسرائیل پ ۱۵ آیت ۱۱۰)

میرے حبیب آپ فرمائیے کہ اللہ کو اللہ کہہ کر پکارو! یا رحمن سے، سبھی اچھے نام اسی کے ہیں جو چاہو پکارو!

نیز ارشاد ہوا۔ وَلِلَّهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ فَادْعُوهُ بِهَا (سورہ اعراف: ۱۸۰) اور بہت ہی اچھے نام تو اللہ تعالیٰ کے ہیں پس تم ان سے ہی اسے پکارو! ان آیات سے معلوم ہوا کہ اسمائے حسنیٰ وظیفہ قلبی ہے جو علم باطنی کا مقام ہے اور اسمائے الہیہ کی معرفت کا سبب توحید کا ثمرہ ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اِنَّ لِلّٰهِ تَعَالٰی تِسْعَةَ وَاثَمِئْتِمْ اَسْمَاءٍ مِّنْ اَخْصَاہَا دَخَلَ الْجَنَّةَ بِیْسُکَ اللّٰہِ تَعَالٰی کَے ننانوے اسمائے گرامی ہیں جس نے انہیں محفوظ (یاد) کر لیا وہ جنتی ہے نیز فرمایا الف ایک حرف ہے اور اس کا تکرار کرنا ہزار حرف ہیں (یعنی بار بار اس لفظ کو پڑھنا ثواب میں ہزار گنا بڑھ جائیگا۔) نیز گنتی سے مقصد ہے کہ انسان ان اسماء کے ساتھ موصوف ہونے کی کوشش کرے۔ اور یہ بارہ اسمائے گرامی ہیں کلمہ توحید کے بارہ حروف کے برابر ہیں جنہیں اسمائے اصول سے تعبیر کرتے ہیں۔ اصول بمعنی اصل یعنی بنیاد گویا کہ ان اسماء کی مختلف قلبی ہیئت میں ہر حرف کیلئے ایک ایک اسم ثابت ہے اور ہر عالم کیلئے تین اسم ہیں۔ اور اللہ رب العزت نے ان پر اہل محبت کے دلوں کو استحکام بخشا ہے۔ جیسے کہ ارشاد فرمایا۔ یُنَبِّئُ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِی الْحَیْوَةِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَةِ (ابراہیم پ ۱۳ آیت ۷۲) اللہ اہل ایمان کو دنیوی اور اخروی زندگی میں حق و صداقت پر ثابت قدم رکھے گا۔ اللہ تعالیٰ شہر توحید جسکی جز ساتویں زمین سے بھی نیچے ہے۔ بلکہ اس سے بھی نیچے جو مقام ٹڑی ہے اور اسکی شانیں آسمان میں عرش اعظم سے بھی برتر ہیں۔ ارشاد

باری تعالیٰ ہے۔ كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَضْلٰہَا ثَابِتٌ وَفَرَعُہَا فِی السَّمٰوٰتِ۔

(ابراہیم پ ۱۳ آیت ۲۴)

اسکی مثال تو ایک شہر طیب کی ہے جس کی جڑ زمین اور اسکی شاخیں آسمان میں ہیں۔ روح روانی کے فیوض و منافع حیات قلبی سے ہیں۔

روح روانی کی زندگی یعنی زندہ دلی اسے عالم ملکوت میں مشاہدہ حاصل ہوتا ہے۔ یعنی جنت اور جنتیوں کے معمولات ملائکہ اور دیگر انوار و تجلیات کو دیکھ لیتا ہے نیز وہ اسماء جو بالصوت و حروف ہوتے ہیں انہیں ملاحظہ کر لیتا ہے اور پھر زبان حال سے قیل و قال ہو جاتا ہے یعنی وہ باطنی طور پر گفتگو کا اہل بن جاتا ہے۔ اور پھر آخرت میں اس کا ٹھکانہ دوسری جنت میں ہوتا ہے۔ جسے جنت النعیم کہا جاتا ہے۔

روح سلطانی

دکان روح سلطانی کا مقام دل ہیں اور انکی دولت منافع معرفت اور ان کا تعلق دل کی زبان سے ہے جس کا ذکر دائمی چار متوسط اسماء سے ہے چنانچہ نبی کریم مجرب صادق جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اَلْعِلْمُ عِلْمَانُ عِلْمٌ بِاللِّسَانِ فَذٰلِکَ حُجَّةُ اللّٰہِ عَلٰی خَلْقِہِ عِلْمٌ کِی دہنتمیں ہیں۔ ایک علم وہ ہے جس کا تعلق زبان سے ہے اور یہ مخلوق پر اللہ تعالیٰ کی حجت ہے۔ وَاعِلْمٌ بِالْجَنَانِ اَوْ ذٰلِکَ الْعِلْمُ النَّافِعُ لِاَنَّ الْاَكْثَرَ الْمُنَافِعِ لِاَنَّ الْعِلْمُ فِیْ هٰذِہِ الدَّائِرَةِ دَوْرًا عَلْمٌ وَہ ہے جس کا تعلق دل سے ہے یہ علم بھی نافع ہے کیونکہ اس کے فوائد کا دائرہ بہت وسیع ہے اور فوائد کثیر ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں قرآن کے ظاہر الفاظ و معانی بھی ہیں اور پوشیدہ و باطنی بھی اسکے اسرار و رموز ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو دس باطنی اسرار پر نازل فرمایا اور ہر ایک نہایت نافع اور مفید ترین ہے اور وہی اسرار و رموز مغز قرآن حکیم ہیں۔

جب انسان اپنے مقاصد کو پالیتا ہے تو عقلیں دنگ رہ جاتی ہیں دل پر حیرت طاری اور زبان گنگ ہو جاتی ہے اور انسان پھر اس کے مشاہدہ کی کیفیت بتانے سے عاجز رہ جاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ تشبیہ و تمثیل کی صورت سے منزہ و مبرہ اور پاک ہے اس مقام پر حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے تبرکات سے استفادہ کیا جاتا ہے۔ (تابلش قصوری)

گر کے وصف او زمن پر سد
بیدل از بے نشان چه گوید باز
عاشقان کشتگان معشوقد
بر نیاید ز کشتگان آواز

☆☆☆

ایں مدعیان در طلبش بجز انند
کان راکہ خبر شد خبرش باز نیامد

☆☆☆

اے برتر از خیال و قیاس و گمان و وہم
وز ہرچہ گفتہ اند شنیدیم و خواندہ ایم
دفتر تمام گشت و پاپایاں رسید عمر
ما بچنجاں در اول وصف تو ماندہ ایم

(حضرت شیخ شرف الدین سعدی شیرازی علیہ الرحمہ)

اور علماء کرام پر فرض ہے کہ جب اسرار و رموز سے آگاہ ہوں جو اس مقالہ میں درج ہیں تو ان سے انکار نہ فرمائیں بلکہ علمی مقامات سے سمجھنے کی مساعی کریں اور ان کی کہنہ اور حقیقت پر غور و فکر کریں نیز مقام اعلیٰ علیین کی طرف متوجہ ہو کر انتہائی دلجمعی سے حقائق تک پہنچنے کی کوشش کریں۔ تاکہ علم لدنی اور معرفت ذات الہیہ سے بہرہ مند ہوں۔

فصل نمبر ۴

علوم کی تعداد؟

علم ظاہری بارہ قسم پر مشتمل ہے۔ یوں ہی علم باطنی بھی بارہ قسمیں رکھتا ہے۔ جو عام و خاص کی استعداد و قابلیت پر منحصر ہے جو ان چار ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔

باب نمبر ۱ علم شریعت، ظاہری احکام میں افعال و اعمال کا نفاذ یعنی امر و نہی پر عمل پیرا ہونے نہ ہونے پر حکم شریعت کیا ہے؟

باب نمبر ۲ علم باطن جسے میں نے معرفت ذات سے موسوم کیا ہے۔

باب نمبر ۳ علم باطن جسے میں نے معرفت صفات سے موسوم کیا ہے۔

باب نمبر ۴ وہ علم جو تمام باطنوں کی بنیاد ہے۔ جسے میں نے حقیقت سے موسوم کیا ہے۔

ان تمام علوم کا حاصل کرنا نہایت ضروری ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے۔

الشريعة شجرة

والطريقة اغصانها

والمعرفة اوراقها

والحقيقة ثمرها

شریعت درخت ہے۔

طریقہ اس کی شاخیں ہیں۔

معرفت اس کے پتے ہیں۔

حقیقت اس کا پھل ہے۔

اور قرآن کریم ان تمام کا جامع ہے کیونکہ ہدایت و رہنمائی کیلئے از روئے تفسیر و تاویل اس میں ہر ایک کیلئے دلائل و اشارات پائے جاتے ہیں۔

”صاحب الجمع“ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ تفسیر عوام کیلئے اور تاویل کا تعلق خواص سے ہے۔ اسلئے کہ وہ راسخ علماء کرام ہیں۔ اور رسوخ کا مطلب ہے علم

تعالیٰ ہے۔ وَحَسُنَ أُولَئِكَ رَفِيقًا (النساء پ ۵ آیت ۶۹)

جسے اس علم کے باعث وصال کی دولت حاصل نہیں ہوتی حقیقتاً وہ عالم ہیں نہیں گو وہ لاکھوں کتابیں چٹ کر گیا ہو۔ کیونکہ وہ روحانیت کے مقام کو نہیں پاسکا۔ ظاہری علوم پر عمل کی جزا محض جنت ہے وہاں اوصاف ذات کے عکس کا مظاہرہ ہوتا ہے۔ اسلئے محض علم ظاہر کے ذریعے کوئی شخص عالم خاص اور منزل قرب کا محرم نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ عالم پرواز ہے۔ اور یہ محض پرندہ ہے۔ اور پرندہ دونوں پروں کے بغیر پرواز نہیں کر سکتا۔ لہذا جو انسان ظاہری و باطنی علوم کے باعث عمل پیرا ہوتا ہے۔ تو اسے اس عالم کی رسائی ممکن ہوتی ہے۔ حدیث قدسی میں ہے۔

يَا عَبْدِي إِذَا أَرَدْتَ أَنْ تَدْخُلَ حَرَمِي فَلَا تَلْتَفِتْ إِلَى الْمَلِكِ
وَالْمَلَكُوتِ وَالْجَبْرُوتِ لِأَنَّ الْمَلِكَ شَيْطَانَ الْعَالِمِ

اے میرے بندے اگر تو میرے حرم میں داخل ہونے کا طالب ہے تو عالم ملک و ملکوت اور جبروت کی طرف متوجہ نہ ہو کیونکہ عالم ملک عالم کیلئے ہے۔ عالم ملکوت عارف اور عالم جبروت واقف کیلئے تو بمنزلہ شیطانی ہے جس شخص نے ان مقامات میں سے کسی بھی مقام کو پسند کر لیا وہ قرب خداوندی سے دور جا پڑا۔ لیکن مدارج سے محروم نہیں کیا جائیگا۔ ایسے لوگ قرب خداوندی کے طالب ہوتے ہیں مگر حاصل نہیں کر پاتے اس لئے کہ انہوں نے غیر کی آرزو اور طلب کی نیز انہیں ایک ہی پر ملتا ہے جب کہ پرواز کیلئے دونوں پروں کا ہونا ضروری ہے۔

اہل قرب کو ایسی دولت نصیب ہوتی ہے جو کسی آنکھ نے نہ دیکھی اور نہ ہی کسی کان نے سنی اور نہ ہی کسی کے وہم و گمان میں آسکتی ہے۔ اور اس کی جنت قرب الہی ہے جس میں حور و قصور کا تصور نہیں ہے۔ انسان پر لازم ہے کہ وہ اپنی ذات کا عرفان حاصل کرے۔ اور خواہشات نفسانیہ کے باعث وہ دعویٰ نہ کرے جس کا وہ حق نہیں رکھتا۔ چنانچہ سیدنا علی الرضی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ

اس شخص پر رحم فرماتا ہے جس نے اپنی حقیقت پہچانی اور حد سے تجاوز نہ کیا۔ عالم کیلئے لازمی ہے کہ وہ حقیقت انسانی کے معانی جسے ”طفل المعانی“ سے موسوم کرتے ہیں حاصل کرے اور اسمائے توحید یہ کا دائمی ذاکر ہو کر اسکی تربیت کرے۔

عالم اجسام سے نکل کر عالم روحانیت کی طرف ترقی کرے یہی عالم سز ہے اس میں ذات الہیہ کے سوا کوئی دیار و احصار نہیں اور وہ صحرائے نور کی مثل ہے جس کی کوئی انتہا نہیں۔

”طفل المعانی“ میں حقیقی انسان ہی پرواز کر سکتا ہے۔ اور وہی اسکے عجائب و غرائب پاسکتا ہے جن کا اظہار ممکن نہیں۔ یہ مقام سچے اور کھرے موحدین کا ہے جنہوں نے اپنی ہستی کو ذات وحدت میں فنا کر دیا ہے انکا وجود مشاہدہ جمال الہی کے وقت کا لعدم ہو جاتا ہے۔ جیسے انسان سورج کے بمقابلہ ہوتا ہے۔ تو اس کی شعاعوں کی روشنی اور حدت آنکھیں چندھا دیتی ہے۔ پھر اسے قرب و جوار کی عمارتیں بھی نظر نہیں آتیں۔

پس انسان جب اللہ کے جمال کا مشاہدہ کرتا ہے۔ تو یقیناً محو نظارہ ہوتا ہے اور حیرت کے غلبہ اور محویت کے عالم میں اسے اپنا وجود تک نظر نہیں آتا۔

جیسے کہ حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ ”انسان جب آسمانوں کی پہنائیوں میں داخل ہوتا ہے تو اس کی پیدائش پرندے کی پیدائش کی طرح دوبارہ ہوتی ہے۔ اس سے مراد انسانی قابلیت کی حقیقت سے طفل المعانی روحانی کا متولد ہونا ہے۔ اور سر میں انسان ہے۔ جس کی پیدائش کا سلسلہ اور اس کے وجود کا ظہور علم شریعت و حقیقت کے اجتماع سے ہوتا ہے۔ کیونکہ مردوزن کے نطفے کا جب تک اتصال نہ ہو بچہ پیدا ہو ہی نہیں سکتا۔ (الاماشاء اللہ)۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُطْفَةٍ اَمْشَاجٍ نَبْتَلِيْهِ

(الدھرپ ۲۹ آیت ۲) بیشک ہم نے انسان کو (مردوزن) کے طے جلے ”نطفہ“ سے پیدا فرمایا تاکہ ہم اسے آزمائیں۔

اس انسانی حقیقت کے ظہور کے بعد انسان تخلیق کے سمندروں کو پار کر کے امر بن جاتا ہے یعنی روحانیت کی منزل کو حاصل کر لیتا ہے۔ بلکہ تمام جہان عالم روح میں پانی کے ایک قطرہ کی مانند ہیں اور اسکے بعد علوم روحانیت اور علم لدنی کا فیضان جاری ہو جاتا ہے۔ جو حروف و صوت کے بغیر ہوتا ہے۔



فصل نمبر ۵

توبہ و تلقین

واضح ہو کہ مذکورہ بالا مراتب و مدارج مرشد کامل کے تربیت کے بغیر حاصل ہو ہی نہیں سکتے۔ جیسے کہ ارشاد خداوندی ہے۔ ”وَالزَّمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوَىٰ (حجرات پ ۲۶ آیت ۴۶) ان پر تقویٰ اختیار کرنا لازمی ہے۔ یعنی کلمہ توحید ”لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ“ شرط یہ ہے کہ اس کلمے کو کسی متقی قلب سے اخذ کیا جائے۔ جو دنیوی خواہشات سے مبرا ہو۔

مراد یہ ہے کہ وہ زبانی کلمہ ہی نہیں جو ہر ایک پڑھتا ہے۔ گو لفظ ایک ہی ہیں لیکن معنوی طور پر ادائیگی میں بہت زیادہ فرق ہے اس لئے کہ توحید کے موتی کسی مرشد قابل کے دل سے اخذ کئے جاتے ہیں تو پھر اس کا دل بھی زندہ ہو جاتا ہے۔

یہ کلمہ توحید معرفت کی خم ریزی کیلئے مفید ترین ہے جب اس کے اثرات مرتب ہوتے ہیں تو نہایت عمدہ ثمرہ و نتیجہ حاصل ہوتا ہے۔ جبکہ ناقص یا ناپختہ بیج اگنے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتا۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کرم میں کلمہ توحید کا ذکر دو مقام پر فرمایا گیا۔ ایک کا ظاہر پر اطلاق ہوتا ہے جیسے ”وَإِذَا قِيلَ لَهُم لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ يَسْتَكْبِرُونَ (سورۃ الطُّفَّت آیت ۲۵)“ جب بھی انہیں کہا گیا کہ لا الہ الا اللہ کہو تو تکبر کرتے ہیں۔ پس یہ عوام کی بات ہے۔

اور دوسرا قول علم حقیقی سے منسلک ہے۔ جیسے کہ ارشاد ہوا ”فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ (محمد پ ۲۶ آیت ۱۹) پس اچھی طرح جان لو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اے میرے حبیب اپنے خواص اور عام مؤمنین و مؤمنات کیلئے دعائے مغفرت کیجئے اس آیت کریمہ میں خواص کیلئے ذکر کی تلقین ہے۔

تلقین ذکر

اولین حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں انتہائی قرب اور افضل و سہل ترین راہ طریقت کی تلقین کیلئے خواہش کا اظہار کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد از انتظار وحی حضرت جبرائیل علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے اور تین بار کلمہ توحید تلقین کیا حضرت جبرائیل علیہ السلام پڑھتے گئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح کلمہ کا ذکر کرتے گئے۔

بعدہ سید العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اسی کلمہ کی تعلیم فرمائی اس کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئے تو ان تمام حاضرین کو آپ نے تلقین سے نوازا۔ پھر ارشاد فرمایا ”قد رجعنا من الجهاد الا صغر نعود الی الجهاد الا کبر“ یعنی جہاد انفس او کما قال صلی اللہ علیہ وسلم ہم جہاد اصغر سے لوٹ کر جہاد اکبر کی طرف آتے ہیں یعنی خواہشات نفسانیہ سے جہاد کرتے ہیں یا جیسے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کسی صحابی رضی اللہ عنہ سے فرمایا ”تمہارا سب سے بڑا دشمن تمہارا نفس ہے جو تمہارے دونوں پہلوؤں کے مابین ہے۔ اس وقت تک اللہ کی محبت نصیب نہیں ہو سکتی جب تک تم اندرونی دشمن نفس لغتارہ نفس لوامہ اور نفس ملہمہ پر غالب نہیں آ سکتے اور جب تک وجود اخلاق مذمومہ بہیمہ کھانے پینے سونے اور لغویات اور وحشیہ عادات نیز شیطانی اوصاف یعنی تکبر، غرور، ماردھاڑ، حسد و بغض وغیرہ ایسے برے اخلاق سے پاک ہو جاتا ہے۔ تو انسان صاف ستھروں اور توبہ کرنیوالوں میں سے ہوتا ہے۔

اللہ کا ارشاد ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ (البقرہ ۲ آیت ۲۲۲) بیشک اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کو محبوب بنا لیتا ہے اور پاک صاف

رہنے والوں سے پیار فرماتا ہے۔ جو صرف ظاہر ا توبہ کرتا ہے اور باطناً توبہ و طہارت نہیں کرتا وہ حقیقتاً اس آیت کا صحیح مصداق ثابت نہیں ہو سکتا۔ گو وہ تائب ہے مگر تَوَّاب کے زمرہ میں نہیں آتا۔ کلمہ تَوَّاب مبالغہ جس سے خواص مراد ہیں تاہم وہ شخص بھی اپنے مقصود کو حاصل کر لیتا ہے جو ظاہر ا گناہ سے توبہ کر لیتا ہے۔ اس کی مثال اس کاشتکار کی سی ہے جو اپنے کھیت سے گھاس وغیرہ کو اوپر اوپر سے کاٹ لیتا ہے مگر جڑ کو اکھیڑ باہر نہیں پھینکتا جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ پہلے سے بھی زیادہ پھوٹی ہے۔

اور تَوَّاب وہ شخص ہے جو نہایت صدق دل سے توبہ کرتا ہے جیسے وہ کاشتکار جو اپنے کھیت سے جڑی بوٹیوں کو جڑ سے نکال باہر کرتا ہے۔ پھر وہ کبھی نہیں پھوٹتا تب اس کی توبہ ایک آلے کا سا کام دیتی ہے۔ جو متقین کے دل سے اللہ تعالیٰ کے علاوہ ہر چیز کو صاف کر دیتی ہے۔

جو کاشتکار کڑوے درخت کو نہیں کاٹے گا وہ اس جگہ سے شیریں اور پھلدار پودا کیسے کاشت کر سکے گا۔ عقل والو! اس سے سبق حاصل کرو۔ تاکہ تم کامیابی حاصل کر سکو اور منزل مقصود کو پا لو! اللہ کا ارشاد ہے۔ هُوَ الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَعْفُو عَنِ السَّيِّئَاتِ (سورہ الشوریٰ ۲۵) وہی ذات ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے۔

نیز فرمایا: وَمَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولَٰئِكَ يَجِدُ اللّٰهَ سَابِقًا لَّهُمْ حَسَنَاتٍ (الفرقان آیت ۱۷) جس شخص نے توبہ کی اور ایمان لایا اور صالح اعمال کئے پس یہ وہی لوگ ہیں جن کی غلاؤں کو اللہ تعالیٰ نیکیوں سے بدل دیتا ہے۔

اقسام توبہ

توبہ دو قسم پر ہے عام اور خاص

توبہ عام: عمومی توبہ یہ ہے کہ آدمی معصیت سے توبہ کرے نیکی اختیار

کرے بری عادتوں کو چھوڑ کر اچھی حسلتیں اپنائے، جہنم سے منہ موڑ کر جنت کی طرف آئے۔ بدنی راحتوں کو ترک کرے نفس سے جہاد کرے۔

توبہ خاص: جب عمومی توبہ کو حاصل کرے تو ابرار کی نیکیوں سے معرفت الہی سے مقام قرب اور لذات جسمانی سے لذات روحانی کی طرف رجوع کیا جائے۔ یعنی سوائے ذات الہی کسی اور کا خیال تک دل میں نہ لائے اسی سے سلسلہ محبت راسخ ہو کرے اور اس ذات اقدس کو یقین کی نظروں سے دیکھے اور جو امور مذکور ہوئے وہ اکتسابات و جود یہ ہیں اور یہاں تو اکتساب و جود بھی خطا ہے۔ جیسے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے خطاب ہوا آپ کا وجود اقدس ایک خاص حجاب میں ہے جس پر دوسرے حجابات کا قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ چنانچہ اکابر اسلام مقررین بارگاہ کے بارے فرماتے ہیں۔ حسنت الابرار سیئات المقررین۔ ابرار کی نیکیاں مقررین کے نزدیک بلحاظ مراتب خطائیں ہیں۔ بناء سید الانبیاء والمرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں میں اللہ کی بارگاہ میں یومیہ سو بار استغفار کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ **وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ** (سورہ محمد ۱۹) میرے حبیب آپ خصوصی استغفار کیا کریں۔ (اس آیت کے متعلق اسلاف و اخلاف نے بہت سے معانی و مطالب اور تفاسیر و تشریحات کی ہیں۔ زمانہ حال میں بھی اہل سنت کے متعدد علماء نے اپنے اپنے خیالات کو کتابی صورت دی ہے۔ کئی حضرات تو اس مسئلہ کو حل کرتے کرتے بری طرح الجھے کہ بے ادب اور گستاخ بننے بنانے کیساتھ ساتھ کفر تک کے فتویٰ جاری کئے۔ مگر

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

دعا ہے اللہ تعالیٰ رہنمائی فرمائے۔

اس سلسلہ میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مدارج النبوت جلد اول میں نہایت محققانہ انداز اختیار فرمایا ہے۔ اہل عشق و محبت کو ادھر

رجوع کرنا چاہیے۔ فافہو اوتدبروا۔ تابش قصوری۔ ۱۱ جمادی الاول ۱۳۲۲ھ۔ ۲ اگست ۲۰۰۱ء جمعرات۔)

یعنی رجوع الی اللہ میں رہیں رجوع الی اللہ سے مراد ہر ایک چیز سے منہ موڑ کر اللہ تعالیٰ کی طرف کرنا ہے۔ اور یہی آخرت میں مقام قرب یعنی سلامتی کے گھر داخل ہونا مراد ہے۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کے کچھ ایسے مخلص بندے بھی ہیں جن کے جسم تو دنیا میں اور دل عرش معلیٰ کے سائے میں ہوتا ہے کیونکہ دنیا میں تو جمال الہی کا دیدار ممکن نہیں۔ البتہ صفات خداوندی کے جلوؤں کو آئینہ دل میں دیکھا جاسکتا ہے چنانچہ

امیر المؤمنین سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میرے دل نے انوار الہی کو بالواسطہ دیکھا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ دل میں آئینہ جمال خداوندی کے پرتو پڑتے رہتے ہیں۔

مگر یہ مشاہدہ و اصل اور مقبول مرشد کامل کی تلقین کے بغیر حاصل نہیں ہوتا جو اس مشاہدہ میں سبقت کا مقام رکھتے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذریعے ناصوں کو کامل بنانے کیلئے بھیجا ہے۔

نبی اور ولی میں فرق ظاہر کرنے کیلئے اولیائے کرام کو خواص کی رہبری کیلئے بھیجا جاتا ہے اور نبی ہر خاص و عام کی ہدایت و رہنمائی کیلئے مبعوث ہوتا ہے اور نبی مستقل ہوتا ہے کسی کے تابع نہیں جبکہ ولی اور مرشد صرف خواص کی رہبری کیلئے ہوتا ہے جو مستقل بالذات نہیں ہوتا۔

اس لئے کہ ولی اپنے نبی کے تابع ہوتا ہے۔ (ورنہ ولایت اسے عطا ہو سکتی ہی نہیں) اگر بالفرض ولی مستقل بالذات ہونے کا دعویٰ دے تو وہ کافر ہو جائے گا اور سید عالم نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جو یہ فرمان ہے علماء امتی کا انبیاء نبی

اسرائیل۔ میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہیں۔ اس کا مفہوم و مطلب یہ ہے کہ جیسے اسرائیلی نبی یکے بعد دیگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کی طرف رجوع کرتے رہے اسی شریعت کی تبلیغ میں لگے رہے۔ اور اسی شریعت کے احکام کی تجدید و تاکید فرماتے رہے بعینہ اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے علماء یعنی اولیاء کرام خواص کی رہنمائی کیلئے بھیجے گئے تاکہ شریعت محمدیہ کے احکام کی تبلیغ و اشاعت میں پیہم مصروف اور اس سلسلہ میں احکام شریعہ کے استحکام کیلئے مسلسل کوشاں رہیں۔ اور تصفیہ اہل شریعت یعنی دل جو مقام معرفت ہے اسے خیالی آلائشوں سے صاف شفاف رکھیں یہ علمائے حق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم مبارکہ سے آگاہ کرتے رہتے ہیں جیسے اصحاب صفہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعہ معراج شریف بیان فرمانے سے قبل ہی اس پر گفتگو کرتے رہتے تھے پس علماء حق ہی حامل ولایت نبوت ہیں جو کہ روحانی طور پر آپکی شان نبوت کے مظہر ہیں اور وہ بارائمت ان کے سپرد ہے۔ ان علمائے کرام میں ہر ایک صاحب علم نہیں ہوتا جو ظاہری علم حاصل کرتے ہیں۔ گو وہ بھی بمصدق علماء انبیاء کرام کے وارث ہوتے ہیں کیونکہ ان کا یہ رشتہ ذوالارحام کی طرح ہے۔ ذوالارحام سے وہ بہن بھائی مراد ہیں جنکی ماں تو ایک ہو مگر باپ کئی ہوں۔ ایسی اولاد کامل طور پر وراثت کی حق دار نہیں ٹھہرتی۔ لہذا کامل وارث تو وہی ہو سکتا ہے جو حقیقی بیٹا ہو۔ اس لئے کہ ایسے بیٹے کا اپنے باپ سے رشتہ دیگر رشتہ داروں کی نسبت زیادہ مستحکم ہوتا ہے۔ لہذا بیٹا ظاہری و باطنی خوبیوں اور اسرار و موز میں باپ کا وارث ہوتا ہے۔

بناء علیہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کچھ ایسے پوشیدہ علم ہیں جنہیں علمائے ربانی کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔ جب وہ اس علم کے ساتھ باتیں کرتے ہیں تو اہل عزت (ساکنان راہ طریقت) اس سے انکار نہیں کرتے اور یہ

ایسا راز اور مجید ہے جو تیس ہزار راز کے پردوں میں سب سے اندرونی حجاب کی انتہائی گہرائی میں پوشیدہ ہے۔ جو علم خاص شب معراج رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قلب اطہر میں ودیعت فرمایا گیا اور اس راز نہانی کو مقرب صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور اصحاب صفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے علاوہ کسی کو نہ دیا گیا۔ اور اسی راز کی برکت سے شریعت محمدیہ علیہ اتحیۃ قیامت تک قائم رہے گی اور اس علم تک پہنچنے کیلئے روحانی راستہ ہی طے کرنا پڑتا ہے۔ باقی جملہ علوم و عرفان تو اس کے مقابلہ میں چھلکا یا کھال کی مانند ہیں۔ تاہم علمائے ظواہر بھی کسی حد تک دارثانی انبیاء علیہم السلام میں شامل ہیں۔ ان میں بعض فرائض و احکام کے عالم ہیں اور بعض ذوی الارحام کی مثل نہیں۔ یہ وہ علماء کرام ہیں جنہیں ظاہری علوم سے نوازا گیا ہے۔ تاکہ یہ احکام شرعیہ لوگوں کو اچھی طرح بیان کر سکیں۔ اور اللہ کی طرف رجوع کرانے میں مصروف رہیں۔

اور وہ بلند مرتبت مشائخ عظام جن کا سلسلہ طریقت باب مدینہ العلم حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیساتھ وابستہ ہے گویا کہ ان کیلئے باب مدینہ العلم کی بارگاہ کو مرکز و محور بنا دیا گیا اور وہ لوگوں کو عمدہ طریقہ سے راہ راست کی طرف بلا تے رہتے ہیں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

أذْعِ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحُكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ (النحل پ ۱۳: ۱۳۵)
میرے حبیب ﷺ! لوگوں کو حکمت عملی اور عمدہ نصیحت سے اپنے رب کی طرف بلائیے اور بحث کی ضرورت پڑے تو اچھے طریقہ سے گفتگو فرمائیے۔ یعنی دلائل و براہین سے اللہ تعالیٰ کی طرف بلائیے اس سلسلہ میں علمائے حق اور مشائخ عظام بنیادی طور ایک ہی مشن پر ہیں یعنی دونوں کا مقصد اللہ تعالیٰ کی طرف ہی بلانا ہے۔ اور مخلوق خدا کی رہنمائی ہے۔ مذکورہ بالا آیت میں تین بنیادی باتیں بیان کی گئی ہیں۔ حکمت، موعظت، مقالمت (باحسن وجہ) یہ تینوں

صفتیں نبی کریم کی ذات اقدس میں بدرجہ اتم موجود تھیں اور صحیح بات تو یہ ہے کہ آپ کی ذات والا برکات کے علاوہ کسی شخص کی طاقت ہی نہیں جو ان اوصاف کا متحمل ہو سکے۔

پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان تین کو تین قسموں پر تقسیم فرمایا۔

(۱) علم الحلال وہ ان کا مغز ہے یا نتیجہ ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں کو عطا کیا جاتا ہے۔ جن کی ہمت ان کی معاون و مددگار ہے۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ *همة الرّجالِ تَقْلَعُ الجَبانِ بِنَدَانِ اللّٰهِ* کی ہمت تو پہاڑوں کو اکھاڑ پھینکتی ہے۔ *والمراءد من الجبال قساوة القلب* اور پہاڑوں سے مراد دل کی سختی ہے۔ جو اولیائے کرام کی دعاؤں اور گریہ زاری کے باعث مٹ جاتی ہے۔

ان سایہ اک تجلی ان کا نقش با چراغ

وہ جدھر گزرے ادھر ہی روشنی ہوتی گئی

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

مَنْ يُؤْتِ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا (البقرہ ۲۲۹) جسے حکمت سے

نوازا گیا بیشک اسے خیر کثیر عطا ہوا۔

(۲) اس مغز کا چھلکا یا پوست ہے جو ظاہری علماء کو عطا کیا گیا ہے جس کا مقصود مخلوق خدا کی اچھے طریقہ سے پند و نصیحت کرنا، نیکی کی طرف بلانا، ہر قسم کی برائیوں سے بچنے کی تلقین کرتے رہنا ہے۔

چنانچہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ *العالم يعظ بالعلم والادب والجاهل يعظ بالضرب والغضب عالم علم وادب کے ساتھ پند و نصیحت کرتا ہے۔ جبکہ جاہل مار پیٹ اور غیظ و غضب میں مبتلا رہتا ہے۔ پس جو چھلکے پر چھلکے کی طرح ہو۔ یہ سربراہ مملکت ہے جن کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ رعایا*

کے ساتھ ظاہر اعدل و انصاف کو قائم کرے عقل و فراست سے امور مملکت کو چلائے یہ آئیہ کریمہ و جادلہم بالنتی ہی احسن (النحل ۱۲۵) اور ان کیساتھ عمدہ طریقہ سے بحث کرے یعنی لوگوں میں عدل و انصاف کو قائم کرے) اس کی طرف مشیر ہے۔ یہ حضرات عموماً اپنے حکومتی اقتدار اور غالب ہونے کا مظاہرہ کرتے رہتے ہیں جو دینی امور کی حفاظت و صیانت کا باعث ہیں۔ چھلکے اخروٹ کی مانند ہیں اور علماء کرام پختہ اخروٹ کی مثال ہیں اور اولیاء کرام اس کے مغز کی مثل ہیں جو نہایت عمدہ پختہ پھل کی طرح مفید ترین ہے۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ *عليكم مجالسة العلماء واستماع كلام الحكماء فان الله يحيى القلب بنور الحكمة كما يحيى الارض الميتهة كماء المطر علماء کرام کی محافل کو لازم پکڑو اور حکماء کے کلام کو توجہ سے سنو کیونکہ اللہ تعالیٰ جس طرح بارش سے مردہ زمین کو قابل کاشت بنا دیتا ہے۔ ایسے ہی علماء و حکماء کا کلام مردہ دلوں کو حیات بخشتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ *الحكمة ضالة المؤمن* حکمت مؤمن کی گمشدہ میراث ہے یعنی ایماندار اسکی تلاش میں محنت و مشقت کر کے حاصل کرنیکی کوشش کر لیتا ہے۔ اسے جہاں پاتا ہے محفوظ کرتا ہے۔*

اور جو کلمہ عوام میں مشہور ہے وہ لوح محفوظ سے نازل ہوا وہ ایسے درجات کے حصول کا وسیلہ ہے اور واصلین کا وظیفہ ہے یہ بذریعہ روح القدس عالم جبروت میں لوح اکبر سے نازل ہوا۔ جو عالم قرب میں ہے۔ لہذا ہر چیز اپنے اصل کی طرف لوٹتی ہے جیسے صاحبان تلقین پر حیات قلب کی تلاش کرنا فرض ہے۔

سید عالم نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ *طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ* یعنی کُلّ مسلم و مسلمة علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے۔ اس علم سے مراد معرفت اور قرب الہی ہے۔ سوا اس علم کے جو فرائض کی

ادائیگی کیلئے ضروری ہے۔ (مسائل تھیہ) کے علاوہ باقی علوم ظاہریہ کی چنداں ضرورت نہیں۔ لہذا پروردگار عالم کی خوشنودی و رضا اسی میں ہے کہ بندہ مقام قرب کی طرف بڑھنے کی کوشش کرتا رہے اور مراتب و درجات کی طلب کا تصور نہ کرے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے۔

قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ (الشوریٰ ۲۳)

میرے حبیب آپ فرمادیجئے! میں تم لوگوں سے (ہدایت و رہنمائی کے بدلے) اجرت طلب نہیں کرتا۔ ہاں قربت کی محبت و مودت چاہتا ہوں بقولے اس سے علم قربت مراد ہے۔



فصل نمبر ۶

اہل تصوف؟

(واضح ہو کہ) اصفیاء کا اہل تصوف سے موسوم ہونا درج ذیل وجوہ کی بناء پر ہے۔

(۱) نور معرفت و توحید کے ذریعے باطن کو خواہشات نفسانیہ سے صاف شفاف بنانا۔

(۲) اصحاب صفہ کی نسبت پانا۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وہ اصحابی جنہوں نے مسجد نبوی کو زندگی بھر حصول علم کا ذریعہ بنائے رکھا۔

(۳) صوف کا لباس پہننے کے باعث (بکری کے بالوں سے تیار شدہ لباس نہ بہت موٹا اور نہ ہی باریک ترین) بس کھر درسا موٹا لباس۔

جو تصوف کی منازل طے کر کے کاملین میں شامل ہوئے وہ نرم اون کا لباس استعمال کرتے۔ البتہ انہیں پیوند لگے ہوتے ہیں اور ان کے باطنی احوال بھی حسب حال ہوتے ہیں ان کا کھانا پینا بھی ان کے حالات اور درجات کے مطابق ہی ہوتا ہے۔

زہاد کو مناسب ہے کہ وہ موٹا کھر درسا لباس پہنیں اور سادہ سا کھانا کھائیں اور عرفاء عمدہ لباس پہنیں اور نفیس ترین کھائیں پیئیں۔ لوگوں کا اپنی حیثیت و مقدار کے حسب حال رہنا سنت مصطفیٰ علیہ السلام ہے۔ تاکہ اپنی حدود سے کوئی باہر نہ نکلے۔ اسلئے کہ صاحبان عرفان اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اعلیٰ مراتب پر فائز ہیں۔

حروف تصوف کے نکات

کلمہ تصوت کے چار حرف ہیں۔ ت، ص، و، ف، ت سے توبہ مراد ہے۔ یہ دو

قسم پر مشتمل ہے۔ توبہ ظاہر اور توبہ باطناً ظاہری توبہ یہ ہے کہ انسان قول و فعل سے اپنے تمام اعضائے جسمانیہ ظاہریہ کو ہر قسم کے گناہوں اور برائیوں سے محفوظ رکھے اور احکام شرعیہ پر عمل پیرا رہے۔ شریعت کے حکم کے خلاف نہ کرے۔ اس کے ہر حکم کو بجالائے۔ اگر خلاف شرع کوئی بات سرزد ہو جائے تو فوراً توبہ کرے۔

باطنی توبہ یہ ہے کہ انسان دلی و قلبی کدورتوں کو نکال باہر کرے اور ہر قسم کی آلائش سے دل کو صاف شفاف رکھے اور شریعت کے احکام پر خلوص سے عمل پر مستعد رہے۔ یہاں تک کہ سینات، حسنات میں تبدیل ہو جائیں گی تو پھر ”ت“ کی تمام منازل مکمل ہوں گی گویا کہ توبہ کو قبولیت کی سند عطا ہو جائے گی۔

(۲) ص۔ صفائی سے عبارت ہے۔ اس کی بھی دو قسمیں ہیں۔ قلب کی صفائی، مقام سر کی صفائی، قلب کی صفائی یہ ہے کہ اسے بشری کمزوریوں کدورتوں اور آلائشوں سے پاک صاف کرے۔ جو عام طور پر دل میں موجود ہوتی ہیں۔ یعنی کھانے، پینے، سونے، باتیں کرنے اور سننے کی خواہش و تمنا نیز دنیاوی منفعت کی رغبت، یعنی وسیع تجارت اور کاروبار زیادہ ہو عیش و عشرت اور خواہشات نفسانیہ کی تکمیل کیلئے جماع کی کثرت اور اہل و عیال سے حد سے بڑھ کر اظہار محبت وغیرہ۔

مذکورہ عادات قبیحہ مذمومہ سے دل کو صاف و شفاف رکھنے کا ایک ہی طریقہ ہے۔ کہ ابتداءً مرشد کامل کے ارشادات کے مطابق ذکر بالجہر کو لازماً وظیفہ بنائے۔ یعنی خوب با آواز بلند ذکر و اذکار میں پیشگی دکھائے یہاں تک کہ ذکر خفی کا مقام سر آئے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَّتْ قُلُوبُهُمْ (الانفال آیت ۲)

پیشگی وہی کامل ایمان والے ہیں جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل

وجد میں آجاتے ہیں یعنی خوف الہی سے کانپتے ہیں لرزتے ہیں مقصد یہ ہے کہ ان کے دل اللہ تعالیٰ کی عظمت، خشیت و ہیبت سے پر رہیں۔ خیال رہے کہ عظمت خداوندی کا خوف دل میں تب پیدا ہوتا ہے جب قلب غفلت سے بیدار ہو۔ اور دل کا شیشہ عبادت اور ریاضت کی قلعی سے ایسے چمکنے لگے کہ اس میں خیر و شر کا امتیاز غیبی قوت سے واضح نظر آئے۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ الْعَالِمُ يُنْقِثُ وَالْعَارِفُ يُصْقِلُ عالم نقش جماتا ہے اور عارف قلعی کرتا ہے۔ گویا کہ علماء کرام خیر کی خوبیاں اور شر کے نقصانات کا نقشہ دکھاتے ہیں جبکہ عرفاء دلوں سے زنگ صاف کرتے ہیں۔

(۲) مقام سر کی صفائی: یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا ہر ایک سے اعراض کرنے اور اسی کی محبت اور اسمائے حسنیٰ کا زبان سر سے دائمی وظیفہ بنانے سے حاصل ہوتی ہے۔ پس انسان جب اس مقام پر کلی طور پر فائز ہو جاتا ہے تو کلمہ ”ص“ کی منزل مکمل ہو جاتی ہے۔

حرف ”واو“ سے ولایت مراد ہے یہ بھی ایک مرتبہ ہے جو تصفیہ قلب کے بعد نصیب ہوتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

الْإِنِّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفَ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ (پ ۱۱ سورہ یونس: ۶۲)

آگاہ رہو! بیشک اولیاء اللہ بے خوف اور بے غم ہیں (دنیا اور آخرت میں) ولایت کا ثمرہ یہ ہے کہ انسان اپنے اندر اخلاق خداوندی پیدا کرے جیسے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ تَخْلُقُوا بِأَخْلَاقِ اللَّهِ اپنے دل میں اخلاق خداوندی پیدا کرو اور لباس بشریت اتار کر اوصاف الہیہ کا لباس پہنو!

چنانچہ حدیث قدسی ہے۔ قَالَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى إِذَا أَحْبَبْتَ عَبْدًا

كُنْتُ لَهُ سَمْعًا وَبَصَرًا وَلِسَانًا وَيَدَاوْرَ جَلًّا. فَبِي يَسْمَعُ وَبِي يُبْصِرُ وَبِي
يَنْطِقُ وَبِي يُبْطِشُ وَبِي يَمْسِي (مشکوٰۃ شریف)

جب میں کسی اپنے بندے کو محبوب بناتا ہوں تو میں اس کے کان
آنکھ زبان ہاتھ اور پاؤں بن جاتا ہوں پھر وہ میری ہی عطا کردہ طاقت سے سنتا
دیکھتا بولتا پکڑتا اور چلتا ہے۔

لہذا غیر سے اپنے باطن کو صاف شفاف تو کریں۔ پھر حق ہی حق نظر آئے
گا باطل ختم ہو کر رہ جائیگا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ قُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ
الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا (بنی اسرائیل آیت ۸۱) میرے حبیب صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ فرمائیے۔ بیشک حق آ گیا باطل مٹ گیا بیشک باطل نے
مٹا ہے۔

کلمہ ”ق“ سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات میں فنا ہونا ہے۔ جب
بشری اوصاف فنا ہوگی تو اوصاف خداوندی جنہیں بقاء و دوام حاصل ہے وہی نظر
آئیں گی۔ اس لئے کہ وہ ذات اقدس حی و قیوم ہے۔ اسے فنا اور زوال سے
کوئی تعلق نہیں۔ لہذا عبد فانی کو اس ذات فانی کے ساتھ اس کی محبوبیت و
پسندیدگی کے باعث باقی باللہ کا رتبہ نصیب ہو جاتا ہے۔ اور قلب فانی کو سزا باقی
کی معیت میں بقا حاصل ہو جاتی ہے۔ مثلاً ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ كُلُّ شَيْءٍ
هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ، ہر شئی فانی فقط ایک باقی۔

پس جب اس ذات بقا کی خوشنودی و رضا کیلئے بندہ اعمال صالحہ کی کوفت
سے گزرتا ہے تو رب کریم جل مجدہ کی رضا کو پالیتا ہے تو پھر وہ مقبول و محبوب
بارگاہ جسے رضائے الہی حاصل ہو چکی ہوتی ہے بقا کی منزل پالیتا ہے اور اعمال
صالحہ کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ بندہ خدا جو باطنی طور پر انسان حقیقی بن چکا ہوتا ہے۔
جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ ”إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ“ اسی کی طرف کلام

طیب پرواز کرتا ہے۔ (یعنی اعمال صالحہ اس کے مراتب کو بڑھاتے رہتے ہیں۔
ہر وہ عمل جس میں غیر اللہ کا عمل دخل ہو ہلاکت و بربادی کا باعث ہے۔ جب
بندہ مکمل طور پر فنا کی منزل پالیتا ہے تو اسے عالم قرب میں بقا کی نعمت عطا ہو
جاتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ فِي مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيكٍ مُّقْتَدِرٍ۔
مجلس صداقت میں عظیم قدرت والے شہنشاہ کی بارگاہ کے مقرب ہیں۔ (القدر
آیت ۵۵)

یہی مقام لاہوت ہے۔ جو انبیاء و مرسلین علیہم السلام اور اولیاء کرام رحمۃ
اللہ تعالیٰ کیلئے مخصوص ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔
إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّادِقِينَ اللہ صادقین کے ساتھ ہے۔ (حدیث قدسی
پس حادث جب قدیم سے ملتا ہے تو اس کا وجود فانی ہو جاتا ہے۔

بس:- (رہے نام اللہ کا)

جب فقر کامل ہوتا ہے تو پھر صاحب تصوف کو بقا باللہ کا مرتبہ نصیب ہو جاتا
ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ (البقرہ
آیت ۸۲) جنتی ہمیشہ اسی میں رہیں گے مزید فرمایا۔ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ
(البقرہ آیت ۱۳۵) بیشک صابریں معیت الہیہ میں ہیں۔



فصل نمبر ۷

ذکر و اذکار

بیشک اللہ تعالیٰ ذاکرین کا ہادی ہے۔ اور اسکا ارشاد ہے۔ وَذُكِّرُوا كَمَا هَدَاكُمْ (البقرہ: ۱۹۸) اس کا اسی طرح ذکر کرو جیسے اس نے تمہیں ہدایت و رہنمائی فرمائی۔ یعنی حسب مراتب ذکر کرتے رہو۔ اور سید الانبیاء المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میرے اور انبیاء کرام کے ارشادات میں سب سے افضل ترین کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے۔

اور ہر ایک مقام کیلئے خصوصی درجہ ہے گو ظاہری ہو یا باطنی لہذا سب سے پہلے ذکر باکھر کرنا چاہیے۔ پھر علی الترتیب ذکر نفسی، ذکر قلبی، ذکر رومی، ذکر سبزی، ذکر خفی اور ذکر اخفی اٹھی کی رہنمائی حسب مراتب ہوتی رہتی ہے۔ ذکر لسانی یہ ہے کہ دل زبان کے واسطے سے ذکر الہی کو تازہ کرتا ہے جس کو بھول چکا تھا۔

ذکر نفسی: ایسے ذکر کو کہتے ہیں جسکا حروف اور آواز کے بغیر ہو۔ بلکہ وہ انتہائی پوشیدگی کے عالم میں حس و حرکت کے وسیلے سے سنا جائے۔
ذکر قلبی: دل کا اندر ہی اندر اللہ تعالیٰ کے جلال و جمال کو دیکھنا۔
ذکر رومی: اللہ تعالیٰ کے صفاتی انوار و تجلیات کا مشاہدہ کرنا۔
ذکر سبزی: اسرار الہیہ کے مکاشفات کی نگہداشت کرنا۔
ذکر خفی: اس قادر قدرت کے انوار و تجلیات کا دل کی آنکھ سے معائنہ کرنا۔
ذکر اخفی الہی: حقیقت ذات الہیہ کا دل کی یقینی آنکھ سے دیکھنا کہ سوا اللہ کے اسے کسی اور آگاہی نہ ہو۔

جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ فَإِنَّهُ يَعْلَمُ السِّرَ وَأَخْفَى (سورہ طہ) اللہ

تعالیٰ پوشیدہ رازوں کو جانتا ہے۔ اور اسے بھی جو نہایت پوشیدہ ہیں اور یہ ذکر اخفی اٹھی تمام علوم کی انتہاء اور جملہ مقاصد کی تکمیل ہے۔

جان لیجئے کہ اگر تم روحانی درجات طے کرتے کرتے آخری روحانی درجہ تک ترقی کر لو جو تمام ارواح سے لطیف ترین ہے۔ تو یہی وہ (حقیقی انسان) طفل معانی ہے جو نہایت لطیف اور مختلف طریقوں سے اللہ کی طرف بلانے والا ہے۔

بعض اکابر فرماتے ہیں یہ روح تو صرف مخصوص بندوں کیلئے ہی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وہ اپنے حکم سے اپنے بندوں میں جسے چاہتا ہے روح عطا فرماتا ہے یہ روح دائمی طور پر عالم قدرت اور عالم حقیقت کا لازماً مشاہدہ کرتی رہتی ہے اور سوا ذات الہیہ کے کسی اور طرف ملتفت نہیں ہوتی چنانچہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ دنیا صاحبان آخرت پر حرام ہے اور آخرت الہی دنیا پر اور بندگان خدا پر یہ دنیا و آخرت دونوں حرام ہیں اور یہی طفل معانی ہے۔ یعنی انسان حقیقی۔

بارگاہ رب العزت میں باریابی کے حصول کا ذریعہ یہ ہے کہ احکام شرعیہ پر خلوص دل سے گامزن رہے اور اپنے آپ اپنے وجود کی دنیوی آلائشوں سے شب و روز حفاظت و صیانت میں مگن رہے اور اسکا سزی و جہری ذکر میں مشغول رہنا انتہائی مفید ہے۔

کیونکہ طالب حق کیلئے ہمیشہ یاد الہی میں رہنا اہم فریضہ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ فَادْكُرُوا اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِكُمْ (النساء ۱۰۳) اور اللہ کا ذکر کرتے رہو کھڑے بیٹھے اور پہلوؤں پر یعنی لیٹے ہوئے بھی اسکے ذکر میں محور ہو۔ چنانچہ اللہ کا ارشاد ہے۔ يَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ (آل عمران ۱۹۱) اور وہ اللہ کے ذکر میں رہتے ہیں کھڑے بیٹھے اور اپنے پہلوؤں پر وَيَضَعُونَ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ (آل عمران ۱۹۱) اور وہ آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں غور و فکر کرتے رہتے ہیں۔

فصل نمبر ۸

شرائط ذکر و اذکار

ظاہری طہارت

سب سے پہلی شرط یہ ہے کہ کامل طہارت (وضو یا غسل) ہو پھر باواز بلند پوری قوت سے ذکر کا سلسلہ قائم کرے۔ حتیٰ کہ ایسے انوار و تجلیات ذکر حاصل ہوں۔ جو اہل ذکر کے اندر پیدا ہوتے ہیں۔ اور انہی انوار کے سبب ان کے دل حیات ابدی و اخروی کی نعمت سے آراستہ ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لَا يَذُوقُونَ الْمَوْتَ إِلَّا الْمَوْتَةَ الْأُولَى (الدخان ۲۸) وہ جنت میں پہلی موت کے سوا پھر کسی موت کا ذائقہ نہیں چکھیں گے۔

سید عالم مخبر صادق نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں الْمُؤْمِنُونَ لَا يَمُوتُونَ بَلْ يَنْتَقِلُونَ مِنْ دَارِ الْفَنَاءِ إِلَى دَارِ الْبَقَاءِ ايماندار مرتے ہیں بلکہ دنیا فانی سے عالم جاودانی کی طرف منتقل ہو جاتے ہیں۔

کون کہتا ہے کہ مومن مر گئے

قید سے چھوٹے وہ اپنے گھر گئے

نیز ارشاد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے۔

الانبياء والاولياء يصلون في قبورهم

انبیاء عظام اولیاء کرام اپنی قبروں میں نمازیں پڑھتے رہتے ہیں۔ کَمَا يَصَلُّونَ فِي بُيُوتِهِمْ جیسے اپنے گھروں میں پڑھتے رہتے ہیں یعنی وہ اپنے رب کی مناجات میں مصروف رہتے ہیں اور یہ مطلب نہیں کہ وہ قیام و رکوع اور سجود کے ساتھ نماز ادا کرتے ہیں۔ بلکہ مقصد یہ ہے کہ وہ ذکر اذکار اور مناجات میں مشغول رہتے ہیں۔ جیسے عموماً بندگان خدا کا معمول ہے اور یہ ان پر اللہ تعالیٰ کی

معرفت کا انعام ہے۔ پس جب زندہ دل عارف کثرت سے مناجات و دعوات میں مصروف رہتا ہے۔ تو وہ محرم اسرار خدا ہو جاتا ہے پھر وہ مرتا نہیں۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ نَنَامُ عَيْنِي وَلَا يَنَامُ قَلْبِي۔ میری آنکھ لگ جاتی ہے اور دل بیدار رہتا ہے۔

نیز آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ مَنْ مَاتَ فِي طَلَبِ الْعِلْمِ بَعَثَ اللَّهُ فِي قَبْرِهِ مَلَكَينِ جو شخص علم معرفت کی طلب میں وصال کر جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسکی قبر پر دو فرشتے مقرر فرما دیتا ہے۔ يُعَلِّمَانِهِ عِلْمَ الْمَعْرِفَةِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ جو اسے قیامت کے دن تک علم معرفت کی تعلیم دیتے رہتے ہیں۔

وَقَامَ فِي قَبْرِهِ عَالِمًا وَعَارِفًا جب وہ اپنی قبر سے باہر نکلے گا تو عالم و عارف ہوگا اور دو فرشتوں سے مراد روحانیت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور روحانیت ولی سے اسلئے کہ فرشتے عالم معرفت سے متعلق نہیں ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کتنے ہی ایسے لوگ ہیں وہ فوت تو ان پڑھ ہو گئے مگر جب قیامت کے دن قبروں سے باہر آئیں گے تو عالم و عارف ہو گئے۔

اور کتنے ہی ایسے آدمی ہیں جو بحیثیت عالم فوت ہو گئے مگر بروز قیامت وہ جہلاء فساق اور مفلسین میں اٹھیں گے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے تم اپنے حصہ کی پاکیزہ چیزیں حیات دنیوی میں ہی برباد کر چکے ہو۔ ان کے غلط استعمال کے بدلے آج تمہیں ذلت و رسوائی کے عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے۔ نِيَّةُ الْمَرْءِ خَيْرٌ مِنْ عَمَلِهِ انسان کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے۔ اور نِيَّةُ الْفَاسِقِ شَرٌّ مِنْ عَمَلِهِ لِأَنَّ النِّيَّةَ بِنَاءُ الْعَمَلِ انسان کا اچھے عمل کیلئے نیت کرنا اسکے عمل کرنے سے بہتر ہے اور برے آدمی کا برائی کے

کام کی نیت کرنا برے عمل کرنے سے بھی برا ہے۔

کیونکہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان ہے صحیح کام کی بنیاد صحیح نیت پر ہے اور برے کام کی بنیاد بری نیت پر نہیں جو عمل کی بنیاد ہے جیسی ہوگی ویسا ہی کام ہوگا۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ مَنْ كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الْآخِرَةِ نَزِدْ لَهُ فِي حَرْثِهِ وَمَنْ كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهِ مِنْهَا وَمَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ نَصِيبٍ (الشوریٰ ۲۰)

جس شخص نے آخرت کی کھیتی کا ارادہ کیا ہم اس کی کھیتی کو بڑھائیں گے اور جس نے دنیوی کھیتی کا قصد کیا اسے ہم اس میں سے کچھ دیں گے مگر آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہیں۔ (یعنی آخرت میں وہ بے نصیب ہے)۔

پس انسان کیلئے نہایت ضروری ہے کہ وہ حیات فانی میں مرشد کامل کی نصیحت کے مطابق حیات ابدی حاصل کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ کیونکہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے جب اس دنیوی کھیتی میں کچھ بوئے گا ہی نہیں تو آخرت میں کوئی فصل کاٹے گا۔ (اس مقام پر) کھیتی سے عالم ملک میں نفسانی جسم کی زمین مراد ہے۔



فصل نمبر ۹

دیدار الہی

رویت و دیدار خداوند تعالیٰ کے دو طریقے ہیں۔

(۱) آخرت میں بلا واسطہ آئینہ قلبی سے

(۲) دنیا میں با واسطہ آئینہ قلبی سے

دنیا میں انوار جمال الہی کا عکس نگاہ دل سے دیکھنا۔ چنانچہ اللہ نے فرمایا۔ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأَىٰ (النجم ۱۱) نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قلب اقدس سے اللہ کی زیارت کی۔ یہ کوئی غلط بات نہیں۔

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: المؤمن مِرَاةُ الْمُؤْمِنِ ايمانا رآ آئینہ ہے ایماندار کا۔ پہلے مومن سے مراد بندہ مومن کا دل ہے اور دوسرے سے ذات خداوندی مراد ہے۔ لہذا جس نے دنیا میں صفات خداوندی کو دیکھا وہ آخرت میں ذات خداوندی بلا کیف و کم دیکھے گا۔

اولیاء کرام نے جمال الہی کے مشاہدہ صفات کے متعلق ایسے دعوے کئے ہیں جیسے حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ رَأَىٰ قَلْبِي رَبِّي بِنُورِ رَبِّي۔ میرے دل نے میرے رب کو اسی کے نور سے دیکھا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے۔ لَمْ أَعْبُدْ رَبَّائِلَمْ أَرَاهُ فِي اِپْنَةِ رَبِّ كِي عِبَادَتِ كِرْتَا هُونِ دِكِيهِ دِكِيهِ كِر۔ (یہ تمام تر مشاہدہ صفات حق تعالیٰ ہے جیسے کوئی روشن دان یا کھڑکی سے سورج کی شعاعیں دیکھ کر کہے میں نے آفتاب کو دیکھا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنی صفات کو نور سے متعارف کرایا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا۔ اَللّٰهُ نُورٌ السَّمَوَاتِ وَالْاَرْضِ مِثْلُ نُوْرِهِ كَمِشْكُوٰةٍ فِيْهَا

مُصْبَاحٌ“ الْمُصْبَاحُ فِي رُجَاةِ الْأَرْجَاةِ كَأَنَّهَا كَوْكَبٌ دَرِيٌّ يُوقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُبَارَكَةٍ زَيْتُونَةٍ (پ ۱۸ سورۃ النور آیت ۲۵)

ترجمہ: اللہ نور ہے آسمانوں اور زمین کا اس کے نور کی مثال ایسی جیسے ایک طاق کہ اس میں چراغ ہے وہ چراغ ایک فانوس میں ہے وہ فانوس گویا ایک ستارہ ہے موتی سا چمکتا روشن ہوتا ہے برکت والے پیڑ زیتون سے (کنز الایمان، اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ)

شع دل مشکوٰۃ تن سینہ زجاجہ نور کا

تیری صورت کیلئے آیا یہ سورہ نور کا

(امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

علماء کرام فرماتے ہیں مشکوٰۃ سے ایماندار کا دل مراد ہے مصباح جو دل میں راز یعنی روح سلطانی اور فانوس (زجاجہ) سے مراد باطنی دل مراد ہے۔ جیسے انتہائی نورانیت کے باعث روشن اور چمکدار موتی سے تشبیہ دی گئی ہے اس کے بعد نور کا بیان ہے کہ اس کا منبع و مرکز کہاں ہے۔

معدن یا کان ایسی جگہ کو کہا جاتا ہے جہاں سونا، چاندی اور دوسری معدنیات نکلتی ہیں۔ اور یہ نور زیتون کے شجرہ مبارکہ سے پھوٹتا ہے جس سے شجرہ تلقین اور توحید خالص مراد ہے جس کا منبع بلا شرکت غیر قدسی صفات زبان سے ہے۔ جسے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قرآن کریم کو ذات خداوندی سے حقیقتاً حاصل کیا اور سمجھا۔ اس کے بعد جبرائیل علیہ السلام کا نزول تو حکمت و مصلحت کے تحت ہوتا رہا تا کہ کفار و مشرکین اور منافقین پر برہان اور حجت قائم ہو۔ اور اس دعویٰ پر اللہ تعالیٰ کا یہ قول دلالت کرتا ہے۔ بیشک آپ حکمت و علم والے کی طرف سے قرآنی علوم سے بہرہ مند ہیں۔

یہی وجہ تھی کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کے آنے سے پہلے آپ صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم بعض اوقات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو آیات سکھا دیا کرتے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا میرے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! آپ قرآن کریم پڑھنے میں جلدی نہ فرمایا کریں یہاں تک کہ وحی آئے۔ یہی سبب ہے کہ شب معراج حضرت جبرائیل علیہ السلام پیچھے رہے اور آپ مقام سدرة المنتہی سے آگے نکل گئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس شجرہ مبارکہ کا ذکر فرمایا۔ نہ وہ شرقی ہے نہ غربی۔ نہ ہی اسے حدود و عدم اور طلوع و غروب سے تعلق ہے۔ بلکہ وہ ازلی ابدی اور غیر فانی ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ قدیم۔ ازلی ابدی اور اس کی ذات فنا سے پاک ہے۔ اسی طرح اس کی اوصاف بھی غیر فانی ہیں اسلئے کہ اسکے انوار و تجلیات اور جملہ صفات اس کی ذات سے قائم ہیں لہذا جب تک آئینہ دل سے حجاب دور نہ ہوں اس کی معرفت ناممکن ہے۔

حجابات کا اٹھ جانا اور انوار الہیہ سے قلب کا منور و روشن ہونا۔ مشاہدہ جمال صفات حق تعالیٰ کا باعث ہیں۔ اور یہ راز بھی کھل جاتا ہے کہ جہان کے پیدا کرنے میں یہی حکمت ہے کہ اس مخفی خزانہ کا ظہور و مشاہدہ کرانا مقصود ہے۔ حدیث قدسی ہے۔

كُنْتُ كَنْزًا مَخْفِيًّا فَارِدَتْ اَنْ اَعْرِفَ فَخَلَقْتَ الْخَلْقَ لِيَعْرِفُونِي
میں ایک مخفی خزانہ تھا۔ میں نے ارادہ کیا میرا تعارف ہو تو میں نے مخلوق کو تخلیق فرمایا۔ (مخلوق میں سب سے اول اپنے محبوب جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تخلیق فرمائی۔ کما ورد فی الاحادیث المتواترة الصبیحة

كُنْتُ كَنْزًا مَخْفِيًّا كَا رَا زِ تَابِشِ كَهْلٍ گِیَا

جب جہاں میں سرور دنیا و دین پیدا ہو گئے

(تابش قصوری)

حجابت نورانی اور ظلماتی

اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ مَنْ كَانَ فِي هَذِهِ أَعْمَىٰ فَهُوَ فِي الْآخِرَةِ أَعْمَىٰ
وَاصْلٌ سَبِيلًا (بنی اسرائیل: ۷۲)

جو حیات دنیوی میں اندھا ہے وہ آخرت میں بھی اندھا ہوگا۔ یعنی جو یہاں نور ایمانی سے مستعیر نہیں ہوا وہ آخرت میں بھی اسی گمراہی میں پھنسا رہے گا۔ اس جگہ اندھے ہونے سے دل کا اندھا ہونا مراد ہے چنانچہ اللہ نے فرمایا انکی آنکھیں اندھی نہیں ہیں بلکہ یہ دل کے اندھے ہیں جو انکے سینوں میں موجود ہیں۔ وہ دل بینائی سے محروم ہونے کے باعث پردہ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں اور یہ اپنے رب کیساتھ عہد میثاق کو بھول گئے۔ غفلت کا سبب حقیقتاً امر الہی صفات کا غالب آنا ہے۔ مثلاً تکبر، غرور، کینہ، حسد، بخل، غیبت، چغلی، جھوٹ وغیرہ اور انسان کا اسفل السافلین کے اٹھاہ گڑھوں میں گرنے کا سبب بھی یہی صفیں ہیں۔

ان بری عادات سے نجات کا صرف یہی طریقہ ہے کہ عقیدہ توحید کو خوب صیقل یعنی صاف و شفاف قلبی کیا جائے جو علم و عمل اور سخت ترین مجاہدات و ریاضت ظاہری و باطنی کے سوا ممکن نہیں کہ دل صیقل ہو سکے یعنی دل کا زنگ اتر جائے انور توحید اور اوصاف خداوندی سے زندہ ہو جائے۔ پھر ہر وقت اصلی وطن کی یاد رہتی ہے اور اس کی طرف رجوع کرے۔ وطن حقیقی کی محبت اور عشق دل میں پیدا کرے۔ پھر بفضلہ و کرمہ تعالیٰ منزل مراد پالے گا۔ ظلماتی حجاب کے اٹھ جانے کے بعد نورانیت رہ جاتی ہے۔ تو انسان روحانی بینائی سے بصیرت حاصل کر لیتا ہے۔ نیز اسمائے حسنیٰ مستعیر دل متغیر ہو جاتا ہے۔ حتیٰ کہ حجابت نورانی بھی آہستہ آہستہ اٹھتے چلے جاتے ہیں یہاں تک کہ وہ نور الہی سے منور ہوتا جاتا ہے۔

واضح ہو کہ دل دو آنکھیں رکھتا ہے۔ عین صغریٰ و عین کبریٰ (چھوٹی آنکھ اور بڑی آنکھ) عین صغریٰ واسطۃ انوار اسمائے حسنیٰ عالم صفاتی کے انتہائی مقام تک اللہ کے اوصاف جلیلہ کی تجلیات کا مشاہدہ کرتی ہے۔ اور عین کبریٰ تجلیات یکتائی کے توحید نور کے واسطہ سے عالم لاہوت اور عالم قرب میں ذات باری تعالیٰ کی ذاتی تجلیات انوار کا نظارہ کرتی ہے۔

انسان کو یہ مراتب علیا قبل از موت وجود نفسانی کے فنا ہونے سے بھی حاصل ہو سکتے ہیں اور انسان کو اس عالم میں رسائی بقدر نفسانیت کے انقطاع پر مبنی ہے یعنی جیسے انسان خواہشات نفسانیہ کو منقطع کرے گا تو اسی مقدار کے مطابق نفسانیت منقطع ہوگی اور پھر وصول الی اللہ تک رسائی ہوگی۔ ایسے نہیں جسے مجسم علم، معلوم عقل و معقول، وہم اور موہوم میں ربط و تعلق ہوتا ہے۔ بلکہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ انسان جس قدر ماسوا اللہ سے تعلق ختم کرتا جائے گا اسی مقدار سے اسے مقام قرب وصال کی دولت نصیب ہوتی جائے گی۔ ایسا قرب جواز قرب و بعد اطراف و اکناف اتصال و انفصال سے بالکل مبرا و منزاہے۔

پاک ہے وہ ذات ستودہ صفات جو باوجود خفا کے اپنے تجلیات کے باعث ظہور میں ہے۔ جسکی معرفت میں عدم معرفت پوشیدہ ہے۔ (یعنی دنیوی معرفت اسکی ذاتی معرفت پر حجاب ہے۔) لہذا اس ذات کریم کی معرفت کیلئے دنیوی معرفت کے حجابت سے نکلنا لازمی ہے۔ جس شخص نے محاسبہ نفس کر کے دینا میں اس حقیقت کو پالیا تو عالم آخرت میں اس سے سوال نہیں ہوگا۔ بلکہ وہ بلا حساب مغفرت سے نوازا جائیگا ورنہ اس کا مستقبل انتہائی تاریک ہوگا۔ یعنی وہ فریب نفس کا شکار ہو کر مختلف مشکلات و بلیات میں پھنس جائے گا۔ جن کا تعلق آخرت سے ہے یعنی قبر کا عذاب حشر کا حساب اعمال کا میزان میں تولا جانا، پل صراط کے خطرات اور ان کے علاوہ جہنم کے خدشات وغیرہ کا معاملہ پیش ہوگا۔

جاتی ہے۔ یعنی جو کچھ انسان نے اعمال و افعال بجالانے ہیں اور ان کا جو اچھا برا نتیجہ برآمد ہو سکتا ہے۔ اس کا اللہ تعالیٰ کو ازل سے علم ہے جبکہ انسان کو بعد از عمل و فعل پتہ چلتا ہے کہ میں نے اچھا کیا یا برا! یوں سمجھئے کہ اللہ تعالیٰ کو ڈبلیکیٹ کی ضرورت نہیں۔ کہ جب کام ہوگا تو پھر اسے علم ہوگا۔ ایسا ہرگز ہرگز نہیں۔ وہ تو قرآن کریم میں جگہ جگہ اظہار فرما رہا ہے۔ ان اللہ خیر بما تعلمون؛ بیشک اللہ تعالیٰ کو تمہارے ہر ایک عمل کا علم ہے۔ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ وہ تو غیب و شہادت کا علم رکھنے والا ہے۔ یعنی جو کچھ تم پر ظاہر ہے اس کا بھی وہ عالم ہے۔ اور جو کچھ تم سے غیب ہے اسے بھی وہ جانتا ہے۔ اس کے سامنے کوئی چیز غیب نہیں) (تائیس قصوری)

اور اس بات سے ڈرے ایسا نہ ہو کہ وہ گمراہی کے گڑھے میں جا کرے۔ مومن کیلئے یہ ماننا انتہائی ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ حکمت و علم کا مالک ہے اور انسان کی جملہ کیفیات اسی کے حکم کے ماتحت ہیں۔ ایمان، فسق، فجور، کفر و نفاق وغیرہ جو اس دار فانی میں انسان سے متعلق ہیں یہ منشاء خداوندی ہے کہ وہ اپنی قدرت و حکمت سے ظاہر فرماتا ہے۔ حقیقت میں اس میں بہت سے اسرار پوشیدہ ہیں جن پر سوائے نبی مکرم رسول اعظم معلم کائنات مفرج موجودات جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی اور مطلع نہیں۔

حکایت عارف

بیان کرتے ہیں کہ بعض عارفین میں سے کسی عارف نے بارگاہ احکم الحاکمین میں عرض کیا! مولیٰ تعالیٰ تو نے ہی مقدر بنایا۔ تو نے ہی ارادہ فرمایا۔ پھر تو نے ہی میرے نفس میں خواہش کو تخلیق فرمایا۔

آواز آئی! اے میرے بندے یہ تو وحدانیت سے متعلق ہے عبودیت کی تو یہ شرط نہیں۔ یعنی تجھے ایسی بات کرنا زیب نہیں دیتا ہے۔ عارف پھر عرض گزار

ہوا میرے مولیٰ میں نے خطا کی۔ میں نے گناہ کیا۔ میں نے اپنی ذات پر ظلم کیا۔

ندا آئی! میں نے تجھے بخش دیا۔ میں نے تجھے معاف فرمایا اور میں نے تجھ پر رحم کیا۔

لہذا ہر ایک مومن پر لازم ہے کہ وہ نیکی کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرے اور برائی کو اپنے نفس کی شامت سمجھے۔ یہاں تک کہ وہ بندگان خاص میں شمار ہو جائے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

”اور وہ لوگ جب بے حیائی کا ارتکاب کریں یا اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھیں تو اللہ تعالیٰ کی یاد کر کے اپنے گناہوں سے توبہ کریں۔ پس اللہ تعالیٰ کے سوا کون ہے جو گناہ معاف فرمائے۔“

بندے کی بھلائی اور بہتری اسی بات میں ہے کہ وہ برائی کو شامت نفس سمجھے اور اللہ تعالیٰ کی طرف بالکل نسبت نہ کرے۔ گو اللہ تعالیٰ ہی افعال کا حقیقی خالق ہے۔

ہاں جو کلمات حدیث میں ہیں۔ کہ **الْشَّقِيُّ وَالسَّعِيدُ فِي بَطْنِ أُمِّهِ شَقِي** اور سعید بطن مادر میں ہی ہو جاتا ہے۔ اس جگہ اُم سے مراد عناصر اربعہ مراد ہیں۔ یعنی ہوا، پانی، آتش، اور مٹی۔ جن سے قوائے بشری تخلیق کئے جاتے ہیں۔ آب و خاک سعادت کا مظہر ہے اس لئے کہ یہ دل میں ایمان، علم اور تواضع کو حیات بخش بناتے ہیں اور ان کی نشوونما کا وسیلہ ہیں۔ جبکہ ہوا اور آگ ان کے برخلاف باعث ہلاکت اور جلا دینے والی ہے۔

پاک ہے وہ ذات جس نے ایک دوسرے کے دشمنوں کو یکجا جمع کر رکھا ہے۔ جیسے بادل میں پانی، آگ، روشنی اور تاریکی جمع کر رکھی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

هُوَ الَّذِي يُرِيكُمْ الْبَرْقَ خَوْفًا وَطَمَعًا وَيُنشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ
(الرعد ۱۲) وہ وہی ذات ہے جو تمہیں دکھاتی ہے بجلی، جس میں خوف اور امید ہے۔
وہ بارش کی نشانی ہے اور بھاری بادل (بارش برسانے کیلئے پانی سے بھرے ہوئے)

معرفت خداوندی کیسے؟

حضرت سچھی بن معاذ رازی رحمہ اللہ تعالیٰ سے کسی نے دریافت کیا۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کو کیسے پہچانا۔ تو انہوں نے جواباً فرمایا اجتماع اصناد سے اسی لیے انسان کو آئینہ جلال و جمال الہی قرار دیا گیا ہے کہ کائنات کا جامع ہے اور عالم کبریٰ کے نام سے متعارف ہے اس لیے کہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دونوں ہاتھوں سے (جیسے اس کی شان ہے) صفات جلالی و جمالی سے تخلیق فرمایا۔

آئینہ میں لطافت اور کثافت دونوں صفتوں کا ہونا ضروری ہے اسی لئے انسان صفات خداوندی کا مظہر اتم ہے۔ برعکس دیگر اشیاء کے جنہیں ایک ہاتھ سے بنایا اور ان میں صرف ایک صفت ودیعت فرمائی۔

مثلاً ملائکہ جو صرف سُبُوحٌ قُدُّوسٌ کے مظہر ہیں اسی طرح صفت قہر سے ابلیس اور اس کی ذریت کو پیدا کیا وہ مظہر اسم جبار ہیں۔ بناءً علیہ وہ سرکشی اور تمرد و نافرمانی کے خوگر ہوئے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار کیا۔ جبکہ انسان جملہ کائنات علوی و سفلی صفات کا مجموعہ ہے اسلئے مقربان حق سے بھی لغزش واقع ہوئی۔ البتہ انبیاء کرام علیہم السلام منصب نبوت و رسالت پر فائز ہوئے ہیں اسلئے انہیں خطا و گناہ سے مامون و محفوظ اور معصوم رکھا۔ ہاں اولیاء کرام اس مرتبہ پر فائز نہیں۔ (اسلئے ان میں ایسے بھی ہوئے ہیں جن سے انتہائی عمومی غلطیاں بھی سرزد ہوتی رہیں مگر جب کرم ہوا تو وہ توبہ کے باعث مرتبہ ولایت تک جا پہنچے جن میں حضرت بشر حافی، حضرت فضیل بن عیاض،

حضرت ابوبکر حواری اور رائے رواجو جوگی وغیرہم) (تابش قصوری)۔

اولیائے کرام جب ولایت کے بلند ترین مرتبہ سے شاد کام ہو جاتے ہیں تو وہ بھی کبیرہ و صغیرہ ہر قسم کے گناہوں سے محفوظ ہو جاتے ہیں۔

علامات سعادت

حضرت شیخ شفیق بلخ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں سعادت و نیک بختی کی پانچ نشانیاں ہیں۔

- ☆ دل کی نرمی
- ☆ گریہ زاری کی کثرت
- ☆ امیدوں کا انقطاع
- ☆ لذات سے کنارہ کشی
- ☆ شرم و حیا کی حفاظت
- ☆ نیز فرمایا شقاوت بد بختی کی بھی پانچ نشانیاں ہیں۔
- ☆ دل کی سختی۔ (فسادت قلبی)
- ☆ آنکھ کی خشکی۔ (نہ رونا آنسوؤں کا جاری نہ ہونا)
- ☆ طول اسید۔ لمبی امیدیں
- ☆ رغبت دینا۔ (دنیا کا لالچ)
- ☆ حیا میں کمی۔

سید عالم نور مجسم نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں سعادت کی چار علامتیں ہیں۔ جس شخص میں یہ پائی جائیں۔ وہ سعید ہے۔

- ☆ امین بنایا جائے تو عدل و دیانت سے کام لے
- ☆ بات کرے توجہ ہو
- ☆ لڑائی جھگڑے میں بے ہودگی سے بچے

☆ وعدہ کرے تو ایفاء کرے

حدیث شریف ملاحظہ ہو۔

قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم علامة السعيد اربعة اذا اتمن؛ عدل؛ واذا عاهد وفي واذا تكلم صدق. واذا خاصم لم يشتم نبى كريم صلى الله عليه وسلم نے فرمایا:

اور بد بخت کی بھی چار علامتیں ہیں۔

وعلامة الشقى اربعة اذا اتمن خان واذا هاعد اخلف واذا تكلم

كذب واذا خاصم شتم.

☆ جب امین بنایا جائے خیانت کرے۔

☆ جب وعدہ کرے وعدہ خلافی کرے۔

☆ جب بات کرے جھوٹ بولے

☆ جب جھگڑا کرے گالی نکالے

سعيد کی چار علامتیں ہیں۔

☆ جب امین بنایا جائے دریاں تار ثابت ہو۔

☆ جب عہد کرے پورا کرے۔

☆ جب بات کرے سچ بولے۔

☆ جب کوئی جھگڑا کرے تو جواباً گالی نہ دے۔

اور اپنے اسلامی بھائیوں کی کوتاہی سے درگزر نہیں کرتا حالانکہ معاف کرنا دین اسلام کی عظیم ترین خوبیوں میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فرمایا۔

خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ. (الاعراف ۱۹۹)

میرے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! معاف کرنے کو اپنائیے۔ نیکی کا حکم

فرمائیے۔ اور جہلاء سے اعراض کیجئے۔

اس آئیہ کریمہ میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے معاف کرنے کا حکم ہی نہیں فرمایا بلکہ آپ کی تمام امت کیلئے اس پر عمل کا ارشاد ہے۔ گویا کہ یہ اعلان عام ہے اسلئے کہ جب بادشاہ کی طرف سے کسی کو حاکم کے نام حکم صادر ہوتا ہے تو اسکے ماتحت تمام رعایا بھی شامل ہوتی ہے۔ گونخاطب طرف حاکم شہر یا ناظم ہوتا ہے۔

حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

فقیر نے خذ العفو کی جو یہ تشریح کی ہے اس میں خذ سے مراد یہ لی گئی ہے کہ اپنے اندر عفو کی صفت ہمیشہ ہمیشہ کیلئے پیدا کر لیں۔ چنانچہ لوگوں کی کوتاہیوں غلطیوں پر جسے درگزر کی عادت پڑ گئی حقیقتہً اس پر اللہ تعالیٰ کے وصف گرامی عفو کا رنگ غالب آ گیا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ فَمَنْ عَفَى وَأَصْلَحَ فَأَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ (الشوری: ۴۰) پس جس نے معاف کیا اور اچھے کام کئے اسکا اجر اللہ پر ہے۔

واضح ہو کہ تربیت کی تاثیر سے شقاوت و سعادت سے بدل جاتی ہے۔ چنانچہ خبر صادق نبی مکرم رسول معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کل مولود یولد علی الفطرة ولكن ابواه یهوؤ ذانہ او یمنصرانہ او یمجسانہ (الخ) ہر بچہ فطرت (اسلام) پر پیدا ہوتا ہے۔ پھر اسکے والدین اسے (بد عقیدہ) یہودی، عیسائی یا آتش پرست بنا دیتے ہیں۔

یہ حدیث شریف اس بات کی دلیل ہے۔ کہ ہر ایک آدمی میں سعادت و شقاوت کی صلاحیت پائی جاتی ہے۔ لہذا کسی بھی آدمی کے حق میں یہ نہیں کہنا چاہیے کہ وہ ازلی ابدی سعید یا شقی ہے۔

ہاں جب کسی شخص کی نیکیاں اس کی برائیوں پر غالب ہوں تو اسے سعید کہنا بجا ہے۔ یوں ہی جس کی برائیاں نیکیوں پر غالب آجائیں تو اسے بد نصیب یعنی

شقی کہنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ ان کے علاوہ کوئی اور نامناسب بات کہنا روا نہیں ہے۔ اسلئے کہ وہ عقیدہ بنالے گا۔ کہ بغیر کسی نیک عمل اور توبہ و انابت کے جنت میں چلا جائیگا اور یوں ہی بلا جرم و خطا دوزخ میں ڈالا جائے گا۔ (یعنی اس کا نظریہ اس غلط گمان پر مبنی ہوگا کہ مقدر ہی ایسے تھے تقدیر الہی جب یوں ہی ہے تو بس نیکی و بدی کرنے سے کیا فائدہ یہ عقیدہ و نظریہ سراسر غلط ہے) اسلئے کہ یہ عقیدہ قرآن و سنت کی تصریحات کے برخلاف ہے۔ کیونکہ اہل ایمان نیک لوگوں کو جنت کا وعدہ ہے۔ جب کہ کفار و مشرکین اور گنہگاروں کو جہنم کی نوید سنائی گئی ہے۔ (فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ) (انہیں عذاب الیم کی بشارت سنا دیجئے)۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهِ وَمَنْ أَسَاءَ فَعَلَيْهَا (الچاثرہ: ۸) جس نے عمل صالح کیسے اس نے اپنے لئے ہی کیے اور جس نے برائی کی تو اس نے خود اپنے لئے برا کیا۔ نیز فرمایا۔ الْيَوْمَ تُجْزَى كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ (النجم: ۲۹) آج کے دن کسی کے ساتھ ناانصافی نہیں ہوگی۔ نیز فرمایا۔ لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ إِنْسَانٌ رَّكِبٌ عَلٰى عِزَابِهِ وَهُوَ يَكْفَىٰ مَا كَفَىٰ جَفْنِي كُوشِشِ كِي۔ مزید فرمایا وَمَا تَقْدِمُوا لِأَنْفُسِكُمْ مِنْ خَيْرٍ تَجِدُوهُ عِنْدَ اللَّهِ (المزمل: ۲۰)

جو بھی نیک عمل تم اپنے لئے آگے بھیجو گے اللہ تعالیٰ سے پالو گے۔



فصل نمبر ۱۲

فقر و تصوف.....؟

فقراء جنہیں اصفیاء کے نام سے موسوم کرتے ہیں بعض علمائے کرام کے نزدیک اس کی متعدد وجوہ ہیں ایک یہ کہ وہ صوف یعنی پشم کا لباس پہنا کرتے تھے دوسری بات یہ ہے کہ ان لوگوں نے اپنے قلب کو دنیوی آلائشوں سے بچانے کی سعی فرمائی۔ تیسری بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اپنے دل میں کسی غیر کو جگہ نہ دی۔

بعض یہ بیان کرتے ہیں کہ حشر کے دن فقراء اصفیاء کو عالم قرب میں پہلی صف عطا ہوگی۔ اس لئے کہ عالم چار ہیں۔

- ☆ عالم ملک
- ☆ عالم ملکوت
- ☆ عالم جبروت
- ☆ عالم لاہوت۔ جسے عالم حقیقت سے بھی موسوم کیا گیا ہے۔

یوں ہی علم بھی چار ہیں۔

- ☆ علم شریعت
- ☆ علم طریقت
- ☆ علم معرفت
- ☆ علم حقیقت

اسی طرح روح کی بھی چار قسمیں ہیں۔

- ☆ روح جسمانی
- ☆ روح نورانی

☆ روح سلطانی

☆ روح قدسی

یوں ہی تجلیات بھی چار ہیں۔

☆ تجلی آثار

☆ تجلی افعال

☆ تجلی صفات

☆ تجلی ذات

اسی طرح عقل بھی چار قسم پر مشتمل ہے۔

☆ عقل معاش

☆ عقل معاد

☆ عقل روحانی

☆ عقل کل

اور ہر چہار عالم مذکورہ اور علوم، ارواح و تجلیات اور عقول کے مقابلہ لوگوں میں ایک ایسی جماعت بھی ہے۔ جو دائر علم اول (علم شریعت) روح اول یعنی روح جسمانی تجلی آثار اور عقل اول یعنی عقل معاش۔ (زندگی گزارنے کی جگہ یعنی دنیا) میں پھنسی ہوئی ہے ان کی سوچ و بچار کا محور و مرکز صرف دنیا ہے۔ اس سے آگے ان کی سوچ ہی نہیں۔ تاہم ان کا مقام جنت اول یعنی جنت الماویٰ ہے۔

دوسری جماعت ایسی ہے جو علم ثانی یعنی طریقت، روح ثانی یعنی روح نورانی، تجلی ثانی یعنی تجلی افعال اور عقل ثانی یعنی عقل معاد جس کا تعلق آخرت سے ہے۔ وہ اس سے آگے نہیں سوچتی تاہم ان کا مقام جنت میں جنت النعیم ہے۔ جو دوسری جنت ہے۔

اور پھر لوگوں میں تیسری جماعت ہے جن کی علمی استعداد علم معرفت روح سلطانی، تجلی صفات اور عقل روحانی تک محدود ہے انہیں تیسری جنت حاصل ہوگی جسے جنت الفردوس کہتے ہیں۔ یہ سبھی جماعتیں ان اشیاء کی حقیقت سے ناہل رہی ہیں۔ جبکہ عارفین فقراء نے ان تمام جنتوں کی تمنا و حرص سے روگردانی کئے رکھی۔ تو وہ مقام حقیقت و قرب سے واصل ہو گئے۔ کیونکہ وہ محبت الہی کے سوا کسی اور کی محبت میں گرفتار نہ ہوئے بلکہ حکم خداوندی **لَفَقِرُوا إِلَى اللَّهِ** کی بارگاہ میں فوزاً حاضری دؤ پر عمل پیرا ہوئے۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں دنیا و آخرت عارفین پر حرام ہے۔ حرمت سے مراد یہ ہے کہ ان لوگوں نے از خود محبت خداوندی میں غیر کی شراکت کو حرام ٹھہرایا تھا۔ بصورت دیگر نہ دنیا حرام ہے۔ اور نہ ہی آخرت (اس لئے کہ رب العالمین نے ان دونوں کو طلب کرنے کیلئے از خود مانگنے کا طریقہ ارشاد فرمایا۔ **رَبَّنَا إِنَّا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةٌ وَفِي الآخِرَةِ حَسَنَةٌ وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ** (البقرہ ۲۰۱)

عارفین کا کہنا ہے ہم بھی حادث ہیں اور دنیا و آخرت بھی حادث پھر حادث حادث سے کیسے طلب کرے۔ جبکہ حادث پر تو واجب ہے کہ پیدا کرنے والے سے طلب کرے۔ (واضح ہو کہ حادث کا معنی ہے نیا پیدا ہونے والا۔ اور جو چیز پیدا ہوا سے محدث کہتے ہیں۔ جب کہ پیدا کرنے والے کو محدث) حدیث قدسی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ عارفین فقراء سے محبت کرنے والے۔ مجھ سے محبت کرتے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ **الْفَقْرُ فَخْرِي**، فقر میرا فخر ہے۔ **وَإِنَّا أَفْخِرُ بِهِ** اور اس پر مجھے ناز ہے۔ اس فقر سے عمومی فقر نہیں جو لوگوں میں معروف ہے۔ بلکہ یہاں حقیقی فقر مراد ہے۔ جس کا مفہوم ہے ذات خداوندی

فصل نمبر ۱۳

طہارت و پاکیزگی

طہارت کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) طہارت ظاہری۔ جسکے حاصل کرنے کیلئے شرعی پانی کا ہونا لازمی ہے۔

(۲) طہارت باطنی۔ جس کیلئے توبہ، تلقین، تصفیہ قلب ضروری ہے۔

یہ طہارت اہل طریقت کے راستہ پر چلنے سے نصیب ہوتی ہے۔

ظاہری طہارت کیلئے نجاست کے خروج سے وضو یا غسل کرنا لازمی ہوتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ مَنْ جَدَّدَ الْوُضُوءَ جَدَّدَ اللَّهُ إِلَيْهِ إِيْمَانَهُ، جس نے تازہ وضو بنایا، اللہ تعالیٰ نے اس کے ایمان کو تازگی عطا فرمائی۔

نیز ارشاد گرامی ہے۔ الْوُضُوءُ عَلَى الْوُضُوءِ نُورٌ عَلَى نُورٍ وضو پر وضو نور علی نور ہے۔

افعال رذیلہ مثلاً تکبر، غرور، حسد، کینہ، غیبت، بہتان، جھوٹ، چغلی وغیرہ سے طہارت باطنی ٹوٹ جاتی ہے یوں ہی آنکھ، کان، ہاتھ پاؤں کی خیانت بھی باطنی طہارت کو ختم کر کے رکھ دیتی ہے۔ چنانچہ مخبر صادق نبی مکرم ﷺ فرماتے ہیں اَلْعَيْنَانِ تَوْنِيَانِ (الحديث) جب دونوں آنکھیں زنا کی مرتکب ہو جاتی ہیں تو باطنی وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

لہذا باطنی وضو کو تازہ کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ فسق و فجور اور مذکورہ افعال رذیلہ سے سچی توبہ کرے۔ اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے اور اپنے گناہوں پر نادم ہو کر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے۔ جملہ افعال و اعمال فاسدہ اور غلط عقائد کو دل سے نکال باہر پھینکے (تب باطنی وضو کی تجدید ممکن ہے۔)

عارف کیلئے انتہائی ضروری ہے کہ وہ ان بلیات سے کلی طور پر اپنی توبہ کی

حفاظت کرے۔ تاکہ اس کی ظاہری و باطنی طور پر نماز صحیح و درست اور کامل ہو۔ جیسے کہ رب العالمین کا ارشاد۔ هَذَا مَا تُوَعِدُونَ لِكُلِّ اَوْابٍ حَفِيظٍ (سورہ ق ۳۲) یہی ہے وہ جس کا تم وعدہ کئے گئے تھے۔ ہر رجوع لانے والے اور اس کی اچھی طرح حفاظت کرنے والے کیلئے ہے۔

ہر دن اور رات کیلئے ظاہری وضو کا وقت مقرر ہے۔ جبکہ باطنی طہارت کیلئے باطنی وضو دائمی طور پر فرض ہے۔ یعنی زندگی کے آخری لمحات تک باطنی طہارت لازمی و ضروری ہے۔

والمراد بالعمر عمر الدنيا و الاخرة لان عمر الباطن لانهاية له
عمر سے مراد دنیا و آخرت مراد ہے اسلئے کہ باطنی عمر کی تو انتہاء ہے ہی نہیں۔



روح دونوں ہمیشہ ہمیشہ اس نماز میں مشغول رہتے ہیں۔

دل نہ سوتا ہے اور نہ اسے موت سے واسطہ ہے۔ بلکہ خواب اور بیداری ہر دو حالتوں میں نماز باطنی میں مصروف رہتا ہے۔ اور باطنی یا قلبی نماز دل کی زندگی سے ہی حاصل ہوتی ہے۔ اس نماز میں نہ آواز ہے۔ نہ قیام و قعود اس میں صرف اور صرف اتباع نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے صرف اللہ کی ذات ستودہ صفات ہی مخاطب ہے جیسے ایاک نعبد و ایاک نستعین الہی ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے ہی مدد کے طالب ہیں۔

اس آئیہ کریمہ کی تفسیر قاضی میں اس طرح بیان ہے کہ اس میں عارف کے احوال کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی اس کی مجاہبی کیفیت ختم ہو جاتی ہے۔ اور اسے بارگاہ احدیت میں حضوری کا شرف نصیب ہو جاتا ہے۔ پھر وہ ان مقربان خاص میں جگہ پالیتا ہے۔ جن کے متعلق سید عالم مخبر صادق نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ الانبیاء و الاولیاء یُصَلُّونَ فِی قُبُورِهِمْ کَمَا یُصَلُّونَ فِی بَیُوتِهِمْ انبیاء و مرسلین علیہم السلام اور اولیاء کرام اپنی قبروں میں ایسے ہی نماز پڑھتے رہتے ہیں۔ جیسے وہ اپنے گھروں میں پڑھتے رہتے تھے۔ یعنی وہ اپنے زندہ دلوں کے ساتھ ذکر و اذکار میں مشغول رہتے ہیں پھر جب ظاہری اور باطنی ہر دو نمازیں جمع ہو جائیں تو پھر نماز پایہ تکمیل کو پہنچ جاتی ہے۔ اور اس کا اجر عظیم بارگاہ احدیت و صمدیت کا روحانی قرب نیز جنت میں درجات جسمانیہ مرحمت ہوتے ہیں۔ ایسی نماز کا ادا کرنے والا ظاہراً عابد ہوتا ہے اور باطناً عارف اگر حیات قلبی حاصل نہ ہو تو نماز شریعت اور نماز طریقت میں یکسانیت بھی نصیب نہیں ہوتی۔ اور اس کی نماز ناقص ہے۔ اس کا اجر محض درجات و مراتب کی صورت میں تو عطا ہو جاتا ہے۔ مگر قرب الہی کی دولت سے محروم رہتا ہے۔



فصل نمبر ۱۵

معرفت طہارت عالم تجرید؟

طہارت معرفت کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) ایسی طہارت جس سے صفات خداوندی کی معرفت حاصل ہو۔

(۲) ایسی طہارت جس سے ذات خداوندی کی معرفت حاصل ہو۔

طہارت معرفت صفات خداوندی بلا تلقین (مرشد و رہنما) اور دل کے آئینے کو بلا ذکر اسمائے الہی نقوش بشریہ اور حیوانیہ کو مٹائے حاصل نہیں ہو سکتی۔ (یعنی خواہشات نفسانیہ اور اخلاق ذمیدہ سے جب تک دل منور نہیں ہو پاتا) اس وقت اس کا حصول ممکن نہیں۔ اور جب دل کی آمد اللہ تعالیٰ کی صفاتی انوار سے بصیرت حاصل کر لیتی ہے تو پھر وہ اسکے وسیلہ سے آئینہ دل میں جمال الہی کا پرتو دکھ لیتی ہے۔ جیسے کہ مخبر صادق نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

الْمُؤْمِنُ یَنْظُرُ بِنُورِ اللَّهِ اِیْمَانًا نُوْرَ الْهٰی سے دیکھتا ہے۔ نیز فرمایا۔ المؤمن مرآة القلب مؤمن آئینہ قلب ہے۔ مزید فرمایا۔

الْعَالِمُ یَنْقِشُ وَالْعَارِفُ یُصَقِّلُ

عالم نقش و نگار بناتا ہے اور عارف انہیں سجاتا ہے۔ (قلعی کرتا ہے۔) اور جب اسمائے حسنی سے آئینہ دل اچھی طرح پاک صاف ہو جاتا ہے۔ تو پھر وہ معرفت صفات خداوندی کا مشاہدہ کرتا ہے۔ اور وہ طہارت جو ذات خداوندی سے حاصل ہوتی ہے اس کے حصول کا ”مقام سر“ میں بارہ اسمائے اصولیہ میں سے تین آخری نام توحید کے دائمی ذکر و شغل سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور اس دائمی اشغال کا ثمرہ یہ ہوتا ہے۔ کہ مقام سر میں جو باطنی آنکھ ہوتی ہے۔ اسے نور توحید کے باعث بصیرت میسر آ جاتی ہے۔ پھر جو انوار الہی جلوہ افروز ہوتے ہیں

فصل نمبر ۱۶

زکوٰۃ شریعت و طریقت

زکوٰۃ شریعت

شرعی زکوٰۃ یہ ہے کہ جب انسان دینی مال و دولت میں حد نصاب تک پہنچ جائے تو اس پر زکوٰۃ ادا کرنا فرض ہو جاتا ہے۔ اور اسے ہر سال مقرر وقت پر اپنے مال و زر سے شرعی نصاب کے مطابق مستحقین کی خدمت میں پیش کرنی ہوتی ہے۔

زکوٰۃ طریقت

یہ آخرت کی کمائی سے دین و ایمان کے فقراء و مساکین میں تقسیم کرے۔ (یعنی اعمال و افعال صالحہ کی تبلیغ کرے۔ جن کے پاس زاد آخرت نہیں ان کی صالح اعمال سے تربیت کر کے توشہ آخرت کا سامان مہیا کرے)۔

قرآن کریم میں زکوٰۃ کو صدقہ سے موسوم کیا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ صَدَقَاتُ تَوْفِقِ الْفُقَرَاءِ كَيْلَيْهِمْ هُنَّ۔ اس لئے کہ وہ فقیر کے ہاتھوں پہنچنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے ہاتھ (جیسے اس کی شان ہے) جا لگتا ہے۔ مراد یہ ہے۔ کہ جیسے ہی وہ صدقات فقراء کو دینے کیلئے ہاتھ آگے بڑھاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے قبولیت سے نواز دیتا ہے۔ اور زکوٰۃ طریقت دائمی ہے اس کیلئے کوئی وقت خاص مقرر نہیں ہے۔ نیز اس سے مراد ایصالِ ثواب کرنا ہے جب ایماندار اللہ تعالیٰ کی رضا، خوشنودی کیلئے اپنے صدقات کا ثواب گناہگاروں کی روح کیلئے بخش دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسکی شرعی کوتاہیوں کو معاف فرما دیتا ہے۔ جبکہ اس کی اپنی نیکیوں کا حال یہ ہوتا ہے کہ دوسروں کو دیتے دیتے از خود مفلس

ہو جاتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ اس قسم کی سخاوت کو اور افلاس کو پسند کرتا ہے۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اَلْمُفْلِسُ فِيْ اَمَانِ اللّٰهِ مَفْلِسُ اللّٰهِ تَعَالٰى كِيْ ضَمَانَتِمْ مِيْنْ هُوَ۔ حضرت رابعہ عدویہ (بصری) رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ الہی!

دنیا میں سے جو حصہ میرا ہے وہ کافروں کو عطا کر دے اور آخرت میں جو میرا نصیب ہے وہ مومنین کو مرحمت فرما دے۔

میں دنیا میں سوا تیری یاد کے اور کچھ نہیں چاہتی اور آخرت میں سوا تیرے دیدار کے مجھے کچھ درکار نہیں۔ پس جس انسان کا جان و مال اپنے مالک و مولا کیلئے وقف ہے اسے روز حشر اللہ تعالیٰ ایک نیکی کے بدلے دس نیکیاں مرحمت فرمائے گا۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ امْتَالِهَا (الانعام: ۱۱)

اور جب وہ بندہ ایک نیکی کیساتھ آیا اس کیلئے ویسی دس نیکیاں ہیں۔ زکوٰۃ طریقت کا معنی یہ بھی ہے۔ کہ دل کو خواہشات نفسانیہ سے صاف و پاک رکھے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

مَنْ ذَالَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضَاعِفْهُ لَهٗ اَضْعَافًا كَثِيْرَةً (البقرہ: ۲۴۵) پس کون ہے جو اللہ کو قرض حسنہ دے۔ اور وہ اس کیلئے کثرت سے بڑھا دے۔ نیز فرمایا قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا (اشمس ۹) بیشک وہ فلاح پا گیا جو پاک صاف ہوا۔

اس آئیہ کریمہ میں قرض سے مراد اللہ کی راہ میں بلا کسی منت و احسان کے محض اس ذات کریم کی رضا و خوشنودی کیلئے نہایت شفقت و مروت کرتے ہوئے اپنے اعمال صالحہ سے مخلوق خداوندی کو ایصالِ ثواب کرتا رہے۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ فَرْحَةٌ عِنْدَ الْإِفْطَارِ وَ فَرْحَةٌ عِنْدَ رُؤْيَتِهِ

روزے دار کیلئے دو خوشیاں ہیں۔ روزہ افطار کرتے وقت اور جب اللہ

تعالیٰ کے دیدار کی دولت نصیب ہوگی۔

حضور سیدنا غوث پاک رضی اللہ عنہ اس مقام پر دعا فرماتے ہیں کہ اللہ

تعالیٰ ہمیں اپنے دیدار کی نعمت سے بہرہ مند فرمائے۔ آمین۔ بلکہ وہ تو یوں یقین

کے ساتھ فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہمیں دیدار کی نعمت عطا

فرمائے گا۔

علمائے شریعت فرماتے ہیں۔ افطار سے مراد آفتاب کے غروب ہونے پر

جب روزہ کھولا جاتا ہے۔ اور رویت سے مراد ہلال عید یعنی عید الفطر کا چاند دیکھ

کر جو خوشی حاصل ہوتی ہے۔ علمائے طریقت فرماتے ہیں۔

افطار سے مراد جنت میں داخل ہونے کا وقت روزہ طریقت افطار کرنے

پر ایک خوشی حاصل ہوگی کیونکہ روزہ طریقت دائمی تھا۔ اب جنت میں اس کی

نعمتوں کے ملنے پر اس کی افطاری کا وقت آیا ہے۔ لہذا ان نعمتوں سے جو اللہ

تعالیٰ مرحمت فرمائے گا۔ روزہ طریقت ان سے افطار کیا جائیگا۔

اور رویت سے مراد روز قیامت میں دیدار جمال خداوندی سے بہرہ مند

ہونا ہے۔ جو مقام سز ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے دیدار کی نعمت عظمیٰ کی

سعادت عطا فرمائے آمین۔ بہر حال روزہ حقیقت یہ ہے کہ دل کو اللہ کی ذات

ستودہ صفات کے ماسوا ہر ایک چیز کے تصور سے بھوکا پیاسا رکھے اور آنکھ کا غیر

اللہ کے مشاہدہ سے پاک ہونا ضروری ہے۔

حدیث قدسی ہے۔ الانسان مسرتی وانا مسرہ

انسان میرا راز ہے اور میں اس کا راز ہوں۔

پس سز (راز) جو نور الہی ہے اس کا میلان کسی غیر کی طرف ہو ہی نہیں سکتا

اسلئے کہ دنیا و آخرت میں سوائے اس ذات کریم کے کوئی بھی محبوب مرغوب اور

مطلوب نہیں ہے۔

اگر انسان محبت غیر میں مبتلا ہو جائے تو اس کا روزہ حقیقت و طریقت

فاسد ہو جاتا ہے۔ اس روزے کی قضا یہ ہے کہ از سر نو اپنے دل سے دنیوی اور

اخروی محبتیں نکال باہر پھینکے اور اسے ذات واحد سے عشق اور لو لگالے۔ جیسے

حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ الصَّوْمُ لِيْ وَ اَنَا اَجْزِيْ بِهٖ رَوْزَهٗ

میرے لیے اور اس کی جزا میں ہی دوں گا۔

(بعض علماء کرام اجزئی بہ یا اجزء بہ کے کلمات بیان فرماتے ہیں جسکا

مفہوم یہ ہے کہ روزہ میرے لئے اور اس کی جزاء میں خود ہوں۔ یعنی اسکی جزا

میرا دیدار ہے۔ وَاللّٰهُ تَعَالٰى وَ حَبِيْبُهٗ الْاَعْلٰى اَعْلَمُ (تائش قصوری)۔



فصل نمبر ۱۸

حج شریعت و طریقت

حج شریعت

یہ ہے کہ شرعی ارکان و شرائط اور فرائض و سنن کے ساتھ بیت اللہ شریف کا حج ادا کیا جائے۔ یہاں تک کہ ثواب حاصل ہو۔ شرائط کی ادائیگی میں کسی قسم کی بھی کمی زیادتی ہو جائے تو قبولیت و ثواب میں بھی کمی بیشی کا امکان ہے۔ بعض اوقات توجح بالکل فاسد ہو جاتا ہے۔ اسلئے کہ حکم الہی ہے حج کو اچھی طرح مکمل کرو۔ **وَاتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلَّهِ** حج و عمرہ کو خالص اللہ تعالیٰ کیلئے پورا کرو۔

شرائط حج شریعت

- ☆ اپنے اپنے میقات سے احرام باندھنا
- ☆ مکہ مکرمہ میں داخل ہونا
- ☆ طواف قدوم کرنا۔ (بیت اللہ شریف کا پہلا طواف)
- ☆ (صفاء مروہ پر سعی کرنا)
- ☆ عرفہ کے دن عرفات میں ٹھہرنا
- ☆ مزدلفہ میں رات گزارنا
- ☆ منیٰ میں قربانی کرنا
- ☆ حلق یا قصر کرنا۔ (یعنی سر کے بالوں کو بالکل صاف کرنا یا کٹوانا)
- ☆ بیت اللہ میں حاضر ہونا
- ☆ طواف بیت اللہ شریف کرنا (سات چکر لگانا)
- ☆ آب زم زم پینا

☆ مقام ابراہیم کے پاس دو رکعت واجب الطواف ادا کرنا

☆ صفاء مروہ کی سعی کرنا

حج کے شرائط و فرائض کی ادائیگی کے ساتھ ہی ان امور کو بجالانا حلال ہو جاتا ہے۔ جو احرام باندھنے کے ساتھ ہی حرام ہو جاتے ہیں۔

اس حج شرعی کی ادائیگی کا ثمرہ دوزخ سے نجات اور اللہ تعالیٰ کی گرفت سے امان میسر آتی ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ **وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا** پس جو بیت اللہ شریف میں داخل ہوا اسے امن عطا کر دیا گیا۔ آخر میں طواف صدر ہے۔ جسے طواف وداع یا رخصت سے موسوم کرتے ہیں بعدہ اپنے وطن کی واپسی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق حج و عمرہ مرحمت فرمائے آمین ثم آمین۔

کبھی ہو طواف حرم مجھ کو حاصل

کبھی دیکھوں جا تاجدارِ مدینہ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

حج طریقت

حج طریقت کیلئے زاد راہ اور سواری وغیرہ کا سب سے اولین مرحلہ یہ ہے کہ کسی رہنما و مرشد کی ہدایات و ارشادات پر عمل پیرا ہو۔ پھر ان کی روشنی میں طریقہ حج سیکھے اور زبان کے ساتھ دائمی ذکر میں مشغول ہو جائے اور حقیقت حج اور اس کے مقاصد کو پیش نظر رکھے۔ یعنی ذکر کے ساتھ ساتھ فکر اور غور و تدبر بھی شامل حال رہے۔

ذکر سے کلمہ تو حید مراد ہے۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ جب اس ذکر سے دل کو تازگی اور فرحت یعنی زندگی حاصل ہو جائے تو باطنی طور پر ذکر کرنے میں مشغول ہو جائے ایسے کہ پہلے اللہ تعالیٰ کے صفاتی اسماء کا ورد کرنے یہاں تک کہ باطن صاف و شفاف ہو جائے تاکہ کعبہ سر۔ باطنی کعبہ۔ اللہ تعالیٰ کے جمال

صفائی کے انوار سے منور ہو جائے جیسے اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہم السلام کو ارشاد فرمایا۔ اَنْ طَهَّرَا بَيْتِي لِلطَّائِفِينَ وَالْعَاكِفِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ (البقرہ آیت ۱۲۵) میرے گھر کو صاف ستھرا رکھیں طواف کرنے والوں، اعتکاف بیٹھنے اور رکوع و سجود کرنے والوں کیلئے۔

ظاہری کعبہ بیت اللہ شریف کا صاف و شفاف رکھنا مخلوق خدا میں ان ایمانداروں پر لازم ہے جو اس گھر کا طواف کرتے ہیں۔

اور باطنی کعبہ ”قلب مومن“ کی صفائی عارفان حقیقی پر فرض ہے۔ جو قرب الہی کے طالب ہیں اس ذات ستودہ صفات کے حقیقی جلووں سے مشرف ہونے کا نہایت عمدہ اور بہترین طریقہ یہی ہے کہ اپنے دل کو غیر اللہ کے تصورات سے صاف و شفاف رکھا جائے۔

جیسے ظاہری حج کیلئے شرائط و فرائض کا بجالانا ضروری ہے۔ ویسے ہی حج طریقت یعنی باطنی حج کے شرائط و فرائض کا بجالانا بھی لازمی ہے۔ جیسے ظاہری حج کیلئے احرام باندھا جاتا ہے۔ اسی طرح باطنی حج کا احرام ہے۔ وہ احرام روح قدسی کے نور سے ہے۔ پھر کعبہ قلب (دل) میں داخل ہونا ہے۔ جو مناجات و دعوات کا مقام ہے۔ اس کے بعد طواف قدوم اسم ثانی ہے یعنی ہمیشہ ہمیشہ ”اللہ اللہ“ کے ذکر میں مصروف رہنا۔ پھر ”عرفات قلب“ کے میدان میں جا کر مناجات کرنا ہے۔ اس میں وقوف کا طریقہ یہ ہے۔ کہ تیسرے نام کا ذکر کیا جائے یعنی (شوہو)۔

جدھر دیکھتا ہوں ادھر تو ہی تو ہے

اس کے بعد چوتھے اسم ”حق حق“ کے ذکر کا اہتمام کرے۔ پھر مزدلفہ کی طرف رات گزارنے کیلئے آئے۔ یعنی ”باطنی دل“ کی طرف رجوع کرے۔ پانچویں اور چھٹے دونوں ناموں کا ورد شروع کرے۔ یعنی

”یا حی یا قیوم“ گویا کہ ”عرفات و مزدلفہ“ روحانی کو جمع کر لیا۔

(اس لئے کہ عرفات میں ظہر اور عصر نمازیں متصل ادا کرنی ہیں اور مغرب و عشاء مزدلفہ میں خواہ رات کے کسی بھی حصہ میں مزدلفہ پہنچنے نماز مغرب کا اس کیلئے وہی صحیح اور جائز وقت ہوگا۔ گویا کہ ”یا حی یا قیوم“ ظہر و عصر مغرب و عشاء کا اجتماع ہوا۔)

اس کے بعد مقام منیٰ یعنی مقام سر کی طرف متوجہ ہو۔ جو حرمین شریفین کے درمیان ہے۔ اور ان دونوں کے مابین وقوف کرتے ہوئے ساتویں اسم کا ذکر بجلائے۔ یعنی ”یا قہار یا قہار“ کہتے ہوئے نفس مطمئنہ کی قربانی ادا کرے اس لئے کہ یہ اسم باعث فنا اور کفر کے مٹانے میں مدد و معاون ہے۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

الكفر والایمان مقامان من وراء العرش (الحدیث)

کفر و ایمان عرش کی سرحد پر دو مقام ہیں جو خالق و عابد کے درمیان حجاب ہیں۔ ایک سیاہ اور دوسرا سفید ہے۔

نفس مطمئنہ کے ذبح کرنے کے بعد اب روحانی سر کے حلق و قصر کا معاملہ ہے۔ حج طریقت میں اس سے مراد روح قدسی کو آٹھویں اسم کے دائمی ذکر کے ذریعہ صفات بشریہ سے پاک و صاف کرتا ہے۔

بعدہ نویں اسم کے ذکر کی طرف رخ کرے اور روحانی حرم میں داخل ہونے کی کوشش کرے۔ یہاں تک اسے داخلہ نصیب ہو جائے جہاں روحانی اعتکاف کرنے والوں کو اپنی فراست و بصیرت سے مشاہدہ کرے۔ پھر دسویں اسم کے دائمی ذکر کے ساتھ مقام قرب و انس میں از خود مصروف اعتکاف ہو۔ پس بلا کیف و تشبیہ اس خالق بے نیاز سبحانہ تعالیٰ کے جمال کے نظارے سے شاد کام ہو جائے گا۔ بعدہ اسمائے حسنیٰ سے گیارہواں اسم کے ذکر سے سات چکر پورے

کرے ان کے دائمی ذکر سے طواف حج طریقت کی تکمیل ہو جائے گی۔ جو حج شریعت کے طواف بیت اللہ شریف کیلئے سات چکروں کو مکمل کرنے کے عین مطابق ہے۔

پھر مقام قرب میں بارہویں اسم کے پیالے سے بدست قدرت شرابِ طہور سے سیراب ہو جیسے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ وَسَقَاهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُورًا (الدھر آیت ۲۱) اور انہیں اللہ رب العزت نے پاکیزہ جام شراب سے نوازا۔

اس کے بعد حجاب اٹھ جاتے ہیں تو اس غیر فانی ذات کو اسی کے نور کے وسیلہ سے بے پردہ دیکھتا ہے۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا مفہوم ہے۔ جو حدیث قدسی میں فرمایا گیا۔ مَا عَيْنٌ رَأَتْ وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلَيَّ قَلْبٌ بِشَرٍ یعنی اہل عرفان کو وہ نعمت حاصل ہوتی ہے۔ جسے نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ تو کسی کان نے سنا ہو اور نہ ہی کسی انسان کے دل میں اس کا تصور تک گزرا۔ گویا کہ وہ کلام الہی بلا حرف و صوت سماعت کرتا ہے۔ ہاں! وَلَا خَطَرَ عَلَيَّ قَلْبٌ بِشَرٍ کا مفہوم یہ ہے کہ دیدار خداوندی عزوجل کا ذوق اور خطاب کی سماعت۔

واضح ہو کہ اسمائے حسنیٰ کے ذکر و تکرار سے برائیاں نیکیوں سے بدل دی جاتی ہیں اور پھر وہ چیزیں (جن کا حالت احرام میں کرنا) جو حرام ٹھہرا دی گئی تھیں حلال ہو جاتی ہیں۔ (جیسے حج شریعت کی تکمیل کے بعد حرام کردہ اشیاء کو حلال کر دیا جاتا ہے۔)

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَأُولَئِكَ يُبَدِّلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ (الفرقان: ۷۰)

جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور صالح عمل کئے تو اللہ تعالیٰ ان کی برائیوں کو نیکیوں میں بدل دے گا۔ پھر خواہشات نفسانیہ سے آزاد ہو کر حزن و خوف

سے بے نیاز ہو جائے گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

إِنَّا إِنَّا أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ (سورہ یونس: ۶۲)
آگاہ ہو جائیے۔ اولیاء اللہ کو کسی قسم کا خوف اور نہ ہی غم ہوگا۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس سعادت عظمیٰ سے ہمیں بہرہ مند فرمائے

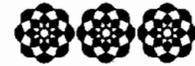
اس کے بعد شرعی طواف صدر یعنی الوداعی طواف جو آخری وقت میں حجاج کرام کیا کرتے ہیں۔ یوں طواف طریقت کیا جاتا ہے۔ جو تمام اسمائے حسنیٰ کے ذکر و تکرار سے حاصل ہوتا ہے۔ پھر حج شریعت کی طرح حج طریقت میں وطن اصلی کی طرف لوٹنا ہوتا ہے۔ یعنی عالم قدس و عالم احسن تقویم کی جانب۔ یہ بارہویں اسم کے دائمی ذکر سے میسر ہوتا ہے۔

مذکورہ بالا تاویلات تو زبان و عقل کے دائرہ اختیار میں ہیں۔ لیکن جو معاملہ اس کے آگے ہے۔ وہ بیان ہی نہیں کیا جاسکتا اس کے متعلق کچھ سوچنا بھی ممکن نہیں۔ کیونکہ وہ عقل و فہم کی رسائی تک نہیں اور ہمتیں اور حوصلے اس کی گنجائش ہی نہیں پاتے۔ اذہان میں اس کی سمائی نہیں۔ چنانچہ خبر صدیق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

إِنَّ مِنَ الْعُلُومِ كَهَيْئَةِ الْمَكُونِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا الْعُلَمَاءُ بِاللَّهِ (الحدیث)
بلاشبہ بعض علوم جنابات میں چھپے ہوئے ہیں جنہیں علمائے حق کے علاوہ کوئی نہیں سمجھ سکتا۔ جب وہ کام کرتے ہیں تو اہل عزت و حرمت انکار نہیں کرتے۔ عارف ہی اس علم کی گہرائی کو پاتا ہے۔ اور پھر اس کا کلام حقیقت حال کے مطابق ہوتا ہے۔ جبکہ دنیوی عالم کو تو سطحی علم سے ہی واسطہ ہوتا ہے۔ اسلئے کہ اس کا تعلق ظاہری علم کے حصول تک محدود تھا۔ جبکہ عارف کا علم تو اسرار الہی ہوتا ہے۔ غیر کو اسکی طرف راہ ہی نہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ

مِنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ اور اس کے علم کا کوئی بھی احاطہ نہیں پاسکتا۔ مگر وہ جسے چاہے اور جتنا چاہے عطا فرمائے۔

یعنی انبیاء و اولیاء کرام جنہیں اس ذات حق تعالیٰ نے خود اپنے علم خاص سے نوازا ہے۔ بیشک وہ ہر ایک پوشیدہ راز اور خفیہ باتوں کا جاننے والا ہے۔ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور اسمائے حسنیٰ تو سبھی اسی کے ہیں۔ اور وہی ہر علم کا مالک اور بہتر جاننے والا ہے۔



فصل نمبر ۱۹

وجد اور صفا

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

تَفْشَعِرُ مِنْهُ جُلُودُ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ (الزمر: ۲۳)

اور اس سے ان کے بال کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور انکے بدن خوف خدا سے ڈرتے ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ کے ذکر میں رغبت سے انکی کھالیں اور دل نرم ہو جاتے ہیں۔

نیز فرمایا۔ أَفَمَنْ شَرَحَ اللَّهُ صَدْرَهُ لِإِسْلَامٍ فَهُوَ عَلَىٰ نُورٍ مِّن رَّبِّهِ

فَوَيْلٌ لِلْقَاسِيَةِ قُلُوبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللَّهِ. (الزمر: ۲۲)

پس جس شخص کا سینہ اللہ تعالیٰ نے ایمان کیلئے کھول دیا تو وہ اپنے رب کی

طرف سے نور پر ہے۔

پس خرابی ہے اس شخص کیلئے جو سنگدل ہے۔ اور وہ جن کے دل ذکر خدا

عزوجل کیلئے سخت ہو چکے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

جذبات حق میں سے ایک جذبہ دونوں جہاں کے اعمال کے برابر ہے۔

نیز فرمایا جسے وجد کی کیفیت حاصل نہیں ہے وہ گویا کہ مردہ ہے۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا وجد جب اللہ تعالیٰ کی

طرف دل میں ودیعت کیا جاتا ہے تو خوشی کا باعث ہوتا ہے۔ یا غمی کا۔

وجد کی دو قسمیں ہیں۔

جسمانی اور روحانی

جسمانی وجہ تو نفسانی ہوتی ہے۔ جو انسانی قوت سے وابستہ ہے اس میں

روحانی ذوق و شوق کے غلبہ سے قطعاً کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ محض لوگوں کو دکھانے

سنانے اور شہرت و ناموری کیلئے مصنوعی طور پر کیا جاتا ہے۔ ایسا وجد بالکل غلط اور باطل ہے۔ کیونکہ اسکے اختیار کرنے میں حقیقتاً کوئی غلبہ نہیں یہ تو محض اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے کے مترادف ہے ایسے وجد کی موافقت بالکل ناجائز ہے۔

وجد روحانی

وجد روحانی ایک ایسا جذبہ یا دل کا جوش ہے جو قرأت قرآن مجید پسندیدہ و دلکش آواز، مناسب اور موزوں اشعار یا بہترین ذکر و اذکار کی سماعت سے پیدا ہوتا ہے۔ اور اس وجد و جذبہ میں ایسی قوت اور طاقت ظہور پذیر ہو جاتی ہے۔ جو روحانیت کی ترقی کا باعث بنتی ہے۔ اور جسم میں قوت و اختیار تک نہیں رہتا اور صاحب وجد شخص پر بے اختیار وجد کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور اس قسم کے وجد کی موافقت و مطابقت جائز ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ **فَبَشِّرْ عِبَادِ الَّذِينَ يَسْتَمِعُونَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ** (الزمر: ۱۸) لہذا ان لوگوں کو خوشخبری دیجیے جو کان لگا کر قول سنیں پھر نیکی پر عمل پیرا ہوں۔

یوں ہی عاشقوں اور پزندوں کی دلربا صدائیں خوش الحانی اور اثر آفرینی سے بھر پور آوازیں یہ سبھی روحانی قوت میں اضافہ کا سبب ہیں ایسے وجد میں نفس شیطانی کا قطعاً کوئی عمل دخل نہیں ہوتا۔ کیونکہ خواہشات نفسانیہ ظلمانیہ میں تصرف کرتا ہے۔ روحانی و نورانی معاملات میں اس کا بس نہیں چلتا کیونکہ نورانیت روحانی میں شیطان نمک کی طرح پگھل جاتا ہے۔ جسے کلمہ حوقلہ ”لا حول ولا قوة الا باللہ العلیٰ العظیم“ سے پگھل جاتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔ **فَفِي قِرَاءَةِ الْآيَاتِ وَالْأَشْعَارِ الْحِكْمَةِ وَالْمَحَبَةِ وَالْعَشْقِ وَالْأَصْوَاتِ الْحَزِينَةِ قُوَّةٌ نُوْرَانِيَةٌ لِلرُّوحِ**

تاوت قرآن کریم حکمت بھرے اشعار، محبت و عشق اور غم کے بھری ہوئی

آوازوں میں روح کو قوت نورانیہ حاصل ہوتی ہے۔

پھر لازماً نور روح سے متصل ہوتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے **وَالطَّيِّبَاتُ لِلطَّيِّبِينَ** طیبات طیبین کے ساتھ ہیں۔ اور وجد شیطانی و نفسانی ہوتا ہے۔ تو انہیں نورانیت بالکل نہیں ہوتی بلکہ تاریکی ہی تاریکی ہوتی ہے۔ کفر اور گمراہی کی تاریکی۔ پس ظلمتِ ظلماتی تاریکی یعنی نفس (امارہ) سے جو ملتی ہے۔ تو جنس سے جنس کے اتصال کو تقویت ملتی ہے۔

چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

الْخَبِيثَاتُ لِلْخَبِيثِينَ (النور: ۲۶) خبیث، خبیثوں کیلئے۔

کیونکہ ان میں روحانی غذا نہیں ہوتی۔ پھر وجد روحانی دو قسم پر ہے۔ اختیاری و اضطراری اختیاری وجد ایسے شخص کی حرکات کی مثل ہے جس کے بدن میں کسی بھی قسم کی تکلیف، دکھ، رنج اور الم و درد کے آثار نمایاں نہ ہوں اور نہ ہی وہ کسی بیماری میں مبتلا ہو۔ پھر بھی وہ بناوٹی طور پر وجد کی کیفیت از خود اپنے وجود پر طاری کر لے۔ تو اس کی یہ تمام حرکات و سکنات خلاف شرع ہیں۔

اور وہ حرکات جن کا تعلق اضطرار سے ہو یعنی بے اختیار اس پر وجد کی حالت طاری ہو جائے۔ خارجی سطح پر کوئی تصنع یا بناوٹ کا تصور تک نہ ہو تو وہ روحانی قوت کی مانند ہوگا۔ اس لئے کہ نفس تو ان کے پیدا کرنے کی قدرت ہی نہیں رکھتا تھا۔ بلکہ ایسی حرکات تو جسمانی حرکات پر غالب ہیں۔ جیسے کپکپی سے بخار کی حرکات آدمی پر ایسے غلبہ حاصل کر لیتی ہیں کہ ان کے روکنے کی طاقت ہی نہیں رکھتا اس لئے کہ بحالت بخار اس کی حرکات اس کے اختیار اور کنٹرول سے باہر ہوتی ہیں۔ تو وہ بخار کے باعث کئی قسم کی حرکات کرنے لگتا ہے۔

ایسے ہی جب روحانی حرکات غالب آتی ہیں۔ تو یہ روحانی اور حقیقی وجد ہوتا ہے۔

وجد اور سماع دو آلے ہیں۔ جو عرفاء اور عشاق کے جذبات کو متحرک کرتے ہیں اور وہ دونوں اہل عشق و محبت کی غذا اور لابان حق کی قوت کو بڑھاتے ہیں۔

چنانچہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

إِنَّ السَّمَاعَ لِقَوْمٍ فَرَضَ "وَلِقَوْمٍ سُنَّةٌ"

سماع کسی قوم کیلئے فرض ہے۔ اور کسی جماعت کیلئے سنت اور (کسی فرقہ کیلئے

بدعت ہے۔)

☆ فرض خواص کیلئے

☆ اور سنت مجہین کیلئے

☆ بدعت غافلین کیلئے

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مزید فرماتے ہیں۔

من لم يتحرك بالسماع والربيع و ازهار والعود و اوتار فهذا فاسد المخراج ليس له علاج فهو ناقص عن الحمار والطيور بل دن كل البهائم فان جميع ذلك يتاثر بالنعومات و الموزونة ولذلك كانت الطيور تصطف على راس داود لاسماع صوته عليه السلام.

سید عالم نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ جسے سماع اشعار موسم بہار کی دلکشی، پھولوں کی دلقریبی و دلربائی، شگوفوں کی کشش، عود کی خوشبو اور ساز کی تاروں کے نغموں کی آوازیں متاثر نہیں کر سکتیں۔ اس کا دماغ درست نہیں وہ بد مزاج ہے بلکہ وہ تو گدھوں اور پرندوں بلکہ تمام جانوروں، حیوانوں وغیرہم سے بھی گیا گزرا ہے۔

اسلئے کہ تمام وحوش و طیور تو نعمات اور موزوں اشعار کا اثر قبول کر لیتے ہیں۔

یہی وجہ تھی کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی پرکشش روح پرور اور ایمان افروز

آوازیں کر پرندے ان کے سراقس پر قطار اندر قطار جمع ہو جاتے تھے۔

چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ من لا وجد له دين له جسے نعمت وجد نصیب نہیں اسے دین بھی میسر نہیں۔

وجد کی دس وجوہ ہیں۔ ان میں بعض ظاہری ہیں اور بعض باطنی۔

جو ظاہری وجد ہے اس کا اظہار تو اس شخص کی ظاہری حرکات و سکنات سے

ہوتا ہے۔ اور جو باطنی ہے اس کے اثرات ظاہر پر نمایاں نہیں ہوتے۔

جیسے جب وہ شخص دل سے توجہ کر کے ذکر الہی میں مصروف ہو جاتا ہے۔ یا

وہ نہایت خشوع و خضوع سے قرآن کریم کی تلاوت کرتا ہے۔ روتا ہے۔ درد و

رنج محسوس کرتا ہے۔ غم و حزن اور خوف خدا عزوجل میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ نیز

انہی وجوہات کی بناء پر بوقت ذکر خداوندی عزوجل افسوس و حیرانگی کرنے لگتا

ہے۔ تو فطرتاً اس میں حسرت و ندامت پیدا ہو جاتی ہے۔ پھر ظاہری اور باطنی

احوال میں تغیر و تبدل واقع ہونے لگتا ہے۔ اور یہ سبھی کچھ رضائے الہی کے

حصول اور جذبہ عشق و شوق کی نعمت سے سرفراز ہونے کی تڑپ انگڑائیاں لینے

لگتی ہیں۔ پھر اس پر حدت یا طیش، بیماری اور پسینہ جاری ہوتا شروع ہو جاتا

ہے۔



فصل نمبر ۲۰

خلوت و عزلت نشینی

خلوت یا گوشہ نشینی کی دو قسمیں ہیں۔

خلوت ظاہری

خلوت باطنی

(۱) خلوت ظاہری یہ ہے کہ انسان خواہشات نفسانیہ سے کنارہ کشی اختیار کرنے کے لئے اپنے آپ کو لوگوں سے الگ تھلگ رکھے۔ تاکہ لوگ اس کے برے کردار اور عاداتِ رذیلہ اور اس کی ایذا سے محفوظ رہیں۔ اور حواس ظاہریہ نفسانیہ کو قید رکھے۔ تاکہ خلوص نیت، موت کی یاد اور قبر میں داخلہ کے تصورات سے حواس باطنی کھل سکیں۔

خلوت نشینی میں رضائے خداوندی عزوجل مقصود و مطلوب ہو۔ اور ایمانداروں کو اپنی نفسانی حرکات سے بچاؤ کو مد نظر ہو۔ چنانچہ محسن اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم فرماتے ہیں۔ المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ صحیح مسلمان تو وہی ہے جسکی باتوں اور ہاتھوں سے مسلمان نفع پائیں۔ یعنی اس کی زبان نے بے ہودہ باتیں نہ نکلیں اور اس کے ہاتھوں سے کسی کو تکلیف کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ جیسے کہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا۔

سلامة الانسان من قبل اللسان و مولاة الانسان عن قبل اللسان و كَفَّ عَيْنِيهِ عَنِ الْخِيَانَةِ وَالنَّظَرَ إِلَى الْحَرَامِ وَ كَذَا كَفَّ رَجْلِيهِ وَ اذْنِيهِ انسان کی سلامتی زبان سے ہے اور انسان کی ملامت بھی زبان سے ہے۔

(یعنی انسان کی عزت و ذلت کا باعث زبان ہے۔)

نیز اپنی آنکھوں کو خیانت اور نظر حرام سے محفوظ رکھے یوں ہی پاؤں اور

کانوں کو غلط راستے سے بجائے اور کانوں کو غلیظ باتوں کے سننے سے باز رکھے۔ سید عالم مخبر صادق صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم فرماتے ہیں۔

العینان قزنیان (الحدیث)

دونوں آنکھیں بھی زنا کار ہو جاتی ہیں اور اس زنا کارزلٹ ایک کالا کلوٹا بدصورت سا غلام بصورت انسان نکلتا ہے۔ جو روز قیامت اپنے زانی باپ کے ساتھ کھڑا ہوگا جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کے خلاف شہادت دے گا۔ پس جب تک انسان ایسے گناہ سے تاب نہیں ہوگا۔ اور خواہشات نفسانیہ کو کنٹرول میں نہیں لائے گا تو اس کا مسکن جنت نہیں بن پائے گا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَىٰ فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوَىٰ (النزعت پ ۳۰ آیت ۴۱) اور جس نے اپنی خواہشات کو کنٹرول کیا تو بیشک جنت اس کا ٹھکانہ ہے۔ تو اس کی شکل و صورت ایک نہایت ہی خوبصورت حسین و جمیل نوجوان کی صورت میں تبدیل کر دی جائے۔ تو ایسے نیک سیرت انسان جہنم کی سختی سے نجات پائیں گے۔ خلوت یعنی گوشہ نشینی، گناہوں سے بچنے کا محفوظ ترین قلعہ ہے۔ اور اسکے نیک اعمال کو دوام حاصل ہو جاتا ہے۔ اور وہ شخص نیکیوں میں شمار ہوگا۔ چنانچہ اللہ رب العزت فرماتا ہے۔ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا (الكهف آیت ۱۱۰) تو جو اپنے ملاقات کا امیدوار ہے۔ اسے چاہیے کہ وہ عمل صالح بجا لائے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی اور کو شریک نہ ٹھہرائے۔

خلوت باطنی

خلوت باطنی یہ ہے کہ انسان اپنے دل کو تصورات و تفکرات شیطانیہ سے صاف و شفاف بنائے۔ یعنی کھانے پینے عمدہ لباس پہننے۔ اہل و عیال اور مال مویشی یعنی گھوڑوں وغیرہ حیوانات کی محبت سے دل کو بالکل خالی کرے جیسے کہ

سید عالم نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم فرماتے ہیں۔

الشَّهْرَةُ أَفَىٰ، وَكُلُّ مَا يَتَمَنَّا هَا وَالْخُمُولُ رَاحَةٌ وَكُلُّ مَا يَتَوَقَّأُهَا

شہرت اور اسکے اسباب کی خواہشات مصیبت ہیں۔ گناہی اور خلوت کی تمنا راحت ہیں۔ اور برے اخلاق مثلاً تکبر، غرور، حسد، بغض، بخل، غیبت، چغلی، کینہ، غصہ، غیض و غضب وغیرہ انسان کی اپنی تمنا اور خواہش سے دل میں نہ آئیں۔ جب مذکورہ بالا بری صفتیں گوشہ نشین کے دل میں داخل ہوگی تو اسکی خلوت اسکا دل اسکے نیک اعمال اور نیکو کاری سبھی اکارت جائیں گے۔ ارشاد خداوندی عزوجل ہے۔ إِنَّ اللَّهَ لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِينَ (یونس: ۸۱) اللہ تعالیٰ فساد یوں دہشت گردوں کو پسند نہیں فرماتا۔

جس شخص کے دل میں ایسے مفادات جگہ بنا لیتے ہیں وہ مفسدین میں سے ہے اگرچہ ظاہر اوہ کتنا ہی بڑا مصلح ہونے کا دعویٰ کرے۔ (جیسے آج کل دشمنان اسلام اپنے آپ کو انسانی حقوق کی حفاظت کا علمبردار قرار دیتے ہیں۔ مظلوموں اور بے سروسامان ممالک کے باشندوں کو جو اپنے جائز حقوق کے حصول کیلئے آواز بلند کرتے ہیں۔ انہیں دہشت گرد قرار دلو کر تباہ و برباد کرنے کیلئے چڑھ دوڑتے ہیں۔ جیسے امریکہ، برطانیہ اور تمام غیر مسلم دہشت گرد طاقتوں نے افغانستان، عراق، فلسطین اور چیچنیا میں اپنا گھناؤنا انتہائی ظالمانہ اور بے رحمی کا ناقابل بیان کردار سرانجام دیا۔ ان ظالموں نے تو کچھ کرنا ہی تھا مگر ان کے حکمانہ لہجہ سے مرعوب ہو کر مسلم ممالک کے حکمرانوں نے ان کی امیدوں سے بڑھ کر اپنی کاس لیبی اور غلامی کا ثبوت فراہم کیا جو تاریخ اسلام میں ایک اور عظیم المیہ کا اضافہ ہوا ہے۔ دعا ہے مولیٰ تعالیٰ عالم اسلام کو کوئی جرأت مند مجاہد دلیر بہادر حوصلہ مند قائد عطا فرمائے۔ اور دہشت گردوں کو کیفر کردار تک پہنچا کر اسلام اور مسلمانوں کی عزت و عظمت رفتہ کو بحال کرے جو آئندہ نسلوں کیلئے

رہنما مثال ثابت ہو آئین بجاہ طہ لیسین صلی اللہ علیہ والہ وسلم (تابش قصوری)

حدیث شریف میں ہے۔ الکبر والعجب یفسدان الایمان تکبر اور عجب ایمان میں فساد برپا کر دیتے ہیں۔ مزید فرمایا: الغیبة اشد من الزنا غیبت تو زنا سے بھی زیادہ بری نیز فرمایا۔

الحسد یا کل الحسنات کما تا کل النار الحطب

حسد نیکیوں کو ایسے چٹ کر جاتا ہے۔ جیسے آگ لکڑیوں کو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم مزید فرماتے ہیں۔

الفتنة نائمة لعن الله من أيقظها جو سوئے فتنہ کو جگائے اس پر اللہ تعالیٰ لعنت فرماتا ہے۔ اور فرمایا۔

الْبَخِيلُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ وَلَوْ كَانَ عَابِدًا

بخیل جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ اگرچہ وہ کتنا بڑا عابد ہی کیوں نہ ہو۔ (حضرت سعدی شیرازی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔)

بخیل از بود زاهد بحر و بحر
بہشتی نہ باشد بحکم خبر

(تابش قصوری)

سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم فرماتے ہیں۔

الرِّبَاءُ شُرْكَ، وَخَفِيٌّ وَشِرْكُهُ، كُفْرٌ

ریا کاری پوشیدہ شرک ہے اور اس کا شرک کفر ہے۔ اخلاق رذیلہ کے متعلق بیشتر احادیث وارد ہوئی ہیں تاہم اس مقام پر احتیاطاً انہیں پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ سلسلہ طریقت و تصوف میں دل کو بری عادات سے روکنا جبکہ نفس کو خواہشات و لذات اور حرص و ہوا سے بچانا مقصود اولین ہے۔

لہذا جو آدمی بالواسطہ خلوت ریاضت، خاموشی اور پوری توجہ سے ہمیشہ ہمیشہ

ذکر کرتے ہوئے محبت، توبہ، اخلاص، سچے عقیدے پر قائم رہتے ہوئے صحابہ کرام اولیائے عظام، صالحین کی راہ پر گامزن ہوگا۔ نیز مشائخ کرام، علمائے حق، عالمین شریعت کی اتباع و پیروی سے خواہشات نفسانیہ کو ٹھکرا کر قلب کی اصلاح کر لیتا ہے۔

اور بحیثیت مومن صالح جب وہ توبہ و تلقین اور مذکورہ بالا اوصاف حمیدہ کے ساتھ خلوت گزینی میں مصروف ہو جاتا ہے۔ تو پھر اس کا علم و عمل اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کیلئے ہی خالص ہو جاتا ہے۔ اس کا قلب منور، جسم نرم اور زبان پاک و صاف ہو جاتی ہے۔

اس کے ظاہری و باطنی حواس مجتمع ہو جاتے ہیں اور اس کے صالح اعمال اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ رفعت پناہ میں قبولیت کے شرف سے مشرف ہو جاتے ہیں۔ اس کی دعائیں مستجاب ہوتی ہیں۔

اسکی عبادت ریاضت، حمد و ثنا، مناجات، گریہ زاری قبول ہوتی ہے جس کے باعث اللہ اپنے ایسے بندے کو قرب و قبول کی سند عطا فرماتا ہے۔ اسکے مدارج بڑھتے جاتے ہیں۔ چنانچہ قرآن کریم میں ہے۔

إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ (فاطر: ۲۰) اور پاکیزہ کلمات اسکی طرف رخ کرتے ہیں۔ (یعنی اس کی بارگاہ میں قبولیت پاتے ہیں) اور نیک عمل اس صالح انسان کے مراتب کو بلند کرنے کا باعث بنتے ہیں۔

الکلم الطیب سے مراد یہ ہے کہ جب زبان اللہ تعالیٰ اور اس کی وحدانیت کے نغمے الاپنے کا آلہ بن جاتی ہے تو انسان کو چاہیے لغویات اور بے ہودہ گوئی سے زبان کو محفوظ رکھے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ (المؤمنون: ۱) بیشک وہ ایماندار فلاح پاگئے۔ جو اپنی نمازیں خشوع و خضوع سے ادا کرتے ہیں۔

وَالَّذِينَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُونَ (المؤمنون: ۳) اور وہ لغویات سے اعراض کرتے ہیں۔

پس ایسے ایمانداروں کے علم و عمل کو اللہ رفعت قبولیت سے نوازتا ہے۔ اور اس پر عمل کرنیوالوں کو اپنی بخشش و خوشنودی سے رحمت، قرب، نیز درجاتِ علیہ سے شاد کام فرماتا ہے۔

جب خلوت گزین کو یہ مراتب حاصل ہوتے ہیں۔ تو اسکا دل وسیع و عریض سمندر کی مثل بن جاتا ہے۔ پھر وہ لوگوں کی ایذا رسانی اور تکالیف کو محسوس تک نہیں کرتا۔ چنانچہ سید عالم نبی مکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم ارشاد ہے۔

كُنْ بِخَوْفٍ لَا تَتَغَيَّرُ اے انسان! تو سمندر بن جا پھر تجھے کوئی تبدیل نہیں کر سکے گا۔ نفسانی جنگلات، خشک زمینیں اس میں فنا ہو جائیں گی۔ جیسے فرعون اور فرعونی سبھی (بحرنیل) میں ڈوب مرے۔

تب شریعت کی کشتی بحرِ قلب میں باسانی سلامتی کیساتھ رواں دواں رہے گی پھر روح قدسی اس بحر میں غوطہ زن ہو کر گوہر حقیقت تک پہنچ جائیگا۔

تو معرفت کے موتی، لطائف مومنگے نکال کر باہر لائے گا۔ جیسے کہ اللہ کا فرمان ہے۔

يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللَّوْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ (الرحمن: ۲۲) اور ان دو سمندروں سے موتی اور مومنگے نکلیں گے۔ یہ سمندر تو اسی شخص کو نصیب ہوگا جس نے ان دونوں ظاہری اور باطنی سمندروں کو جمع کر لیا ہوگا۔ (بحر شریعت و بحر حقیقت)

ان کے حصول کے بعد بحرِ قلب میں پھر کسی بھی قسم کے طوفان فساد اٹھنے کا خطرہ نہیں ہوگا۔ اور اسکی خالص توبہ ہوگی، علم نافع اور اعمال صالح ہونگے اور پھر عبدِ امنیہات کی طرف ملتفت نہیں ہوگا۔ یعنی اگر خدا نخواستہ کسی قسم کی سہوا غلطی سرزد ہو بھی جائے تو فوراً توبہ و استغفار اور یقینی ندامت سے پاک و صاف کر دیا جاتا ہے۔ (یعنی اس کی توبہ قبول ہو جاتی ہے)۔

وظائف و اوراد خلوت نشینی

اوراد جمع ورد کی ہے۔ (اس سے وظائف ذکر و اذکار درود و سلام کلمات توبہ و استغفار حمد و ثنا اور مناجات مراد لئے جاسکتے ہیں۔)

گوشہ نشین انسان کیلئے ضروری ہے۔ کہ وہ خلوت و عزت نشینی تب اختیار کرے اگر وہ اس کی طاقت رکھتا ہے۔ کیونکہ اس میں روزے رکھنا نماز پنجگانہ باجماعت ادا کرنا سنن و شرائط اور ارکان صلوٰۃ کو عمدہ طریقے سے ادا کرنا تعدیل ارکان باطمینان قلب نہایت خشوع و خضوع سے با آہستگی بجالانا۔ بوقت تہجد (بعد از نصف شب) نماز تہجد کی بارہ رکعات کو دو دو رکعت سے ادا کرنا۔ کیونکہ سید عالم نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم فرماتے ہیں۔

صَلوة اللہ مثنیٰ مثنیٰ و بعدھا تصلی ثلاث رکعات صلوة الوتر نماز تہجد دو دو رکعت کر کے پڑھیں اور اس کے بعد تین رکعت نماز وتر ادا کریں۔ نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **وَمِنَ الْاٰیٰتِ فَتَہٰجِدْ بِہِ نَافِلَةً لَّکَ** اور رات میں تہجد ادا کریں یہ خاص کر آپ کیلئے مزید فرمایا۔ **تتجافی جنوبہم عن المضاجع ان کے پہلو بستروں سے الگ ہوتے ہیں۔ اور طلوع آفتاب کے بعد نماز اشراق پڑھیں۔ پھر دو رکعت مزید شیطان کے شر سے پناہ مانگنے کیلئے ادا کریں۔ اسے نماز استعاذہ کہتے ہیں۔**

اسکی پہلی رکعت میں بعد از فاتحہ سورۃ الفلق اور دوسری رکعت میں سورۃ الناس پڑھیں۔

بعدہ دو رکعت بیت استخارہ پڑھی جائیں۔ وہ یوں کہ ہر رکعت میں بعد از فاتحہ ایک بار آیۃ الکرسی اور سات سات مرتبہ سورۃ اخلاص پڑھے۔

پھر چھ رکعت نماز چاشت (زوال سے قبل) ادا کرے اس میں بعد از فاتحہ جو چاہے سورتیں پڑھا کریں۔ پھر اس کے بعد دو رکعت نماز کفارہ ادا کریں۔ ہر رکعت میں ایک بار فاتحہ کے بعد سات مرتبہ سورۃ الکوثر شریف پڑھیں۔ پس یہ نماز کفارہ ہوگی۔ اور عذاب قبر سے رہائی نصیب ہوگی۔

وضاحت

بیان کرتے ہیں کہ ایک بار نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سفر فرما رہے تھے۔ کہ سر راہ قبرستان سے گزر ہوا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے فرمایا جائیے اور کھجور کی سبز شاخ کاٹ لائیں۔ چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے جلدی سے کھجور کی تازہ ہری بھری ٹہنی لا کر پیش کر دی اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے اسے دو حصے فرمایا اور دو قبروں پر ایک ایک حصہ رکھ دیا۔ نیز فرمایا۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ ان دونوں کو قبروں میں عذاب ہو رہا ہے ان کے عذاب کو موقوف کرنے کیلئے یہ سبز شاخ رکھ دی ہے۔ جب تک یہ شاخ سبز رہے گی ان کا عذاب موقوف رہے گا۔ ہاں سینے یہ کسی بڑے گناہ کے مرتکب نہیں تھے۔ بلکہ ایک تو بوقت پیشاب چھینٹوں سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغلی کھاتا تھا۔ جس کے سبب یہ گرفتار عذاب ہیں۔ اور یہ شاخیں جب تک سبز رہیں گی ذکر خداوندی عزوجل کرتی رہیں گی۔ جس کی برکت سے ان پر عذاب موقوف ہو جائے گا۔ او کما قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم (تائیش قصوری)

حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو مذکورہ نماز کفارہ کا ذکر فرمایا ہے وہ ایسی ہی سہو یا قصداً کوتاہی کے کفارہ کیلئے ہے۔ جسے رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ نے نماز ”کفارہ بول“ سے موسوم فرمایا ہے یعنی انسان کسی نہ کسی وقت بوقت پیشاب اسکی چھینٹوں سے ہو سکتا ہے۔ نہ بیخ سکے اور مستحق عذاب ٹھہرے

اس عذاب سے رہائی کا یہی ایک نسخہ ہے کہ نماز چاشت یا صبحی کے بعد نماز کفارة بول پڑھی جائے عین ممکن ہے اللہ تعالیٰ اس نماز کے صدقہ عذاب قبر سے محفوظ رکھے۔ اسی طرح عذاب قبر سے رہائی ممکن ہے۔ (تابش قصوری)

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا استنزھوا من البول فان علامة عذاب القبر منہ پیشاب سے بچو کیونکہ یہ عذاب قبر کی علامت ہے۔

نیز چار رکعت نماز ادا کریں۔ اگر دن کا وقت ہے اگر خفی مسلک پر کاربند ہے تو چار رکعت بیک سلام ادا کرے اور شافعی مسلک پر ہے تو دو دو رکعت پر سلام پھیرے اور اگر رات کے وقت ادا کریں تو جیسے مناسب سمجھیں ادا کر لیں۔ یعنی چار رکعت پر سلام یا دو دو رکعت پر سلام پھیریں تب بھی روا ہے۔ اسے صلوة التبیح بھی کہتے ہیں۔

حضور سیدنا غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ مذکورہ بالا صلوة التبیح کے متعلق فرماتے ہیں۔ پھر وہ خلوت نشیں یوں نیت کرے۔ میں نے اللہ تعالیٰ کیلئے چار رکعت صلوة التبیح کی نیت کی۔ پھر تکبیر تحریمہ کہتے ہوئے پڑھے۔ انی وجہت وَجْهِي لِلَّذِي فَطَرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ حَنِيفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ

پھر ثنا پڑھ کر پندرہ بار سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر (والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ) ولا حول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم پھر الحمد شریف اور اس کے ساتھ کوئی سورۃ یا آیات قرآن کریم مثلاً سورۃ البقرہ شریف کی آخری آیتیں یا ان کے علاوہ جو بھی با آسانی پڑھ سکے پڑھے پھر دس بار سبحان اللہ والحمد للہ مذکورہ بالا کلمات پڑھنے کے بعد رکوع کرے۔ تین مرتبہ تسبیحات رکوع پڑھ کر دس بار یہی کلمات پڑھے۔ پھر قیام میں دس مرتبہ پڑھ کر سجدہ میں جائے۔

سجدہ کی تسبیحات تین بار پڑھ کر یہی کلمات دس مرتبہ پڑھے۔ بعدہ دوسرا

سجدہ کرے پھر اس میں بعد از تسبیح سجدہ دس بار یہی کلمات پڑھ کر سجدہ کرنے کے بعد دس مرتبہ یہی کلمات پڑھ کر دوسری رکعت کا قیام کرے۔ حسب ترتیب اول رکعت مذکورہ بالا کلمات جیسے پہلی رکعت میں پڑھے ویسے ہی انہی جگہ پر پڑھتے ہوئے تیسری اور چوتھی رکعت بھی یوں ہی مکمل کریں۔ خیال رہے کہ دوسری رکعت کے بعد تشهد مع درود شریف اور دعا کے پڑھے۔ ہر رکعت میں پچھتر مرتبہ یہ کلمات تسبیح پڑھے جائیں گے کل تعداد تین سو بار ہوگی۔

وضاحت

(بعض علماء کرام نے پہلے سجدے کے بعد جلسہ میں تسبیحات دس بار پڑھ کر دوسرے سجدہ میں جانے کے بارے کہا اس طرح دوسرے سجدے کے بعد تسبیحات نہ پڑھی جائیں۔ اسی میں آسانی ہے۔ بھول کا احتمال بھی کم ہے۔ نیز یہ بھی فرماتے ہیں۔ کہ تسبیحات میں صرف یہ کلمات پڑھے۔ سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر (مزید تفصیل کیلئے دیکھیں زینت المحافل ترجمہ نزمۃ المجالس از تابش قصوری) مسلک شافعیہ میں یوں نیت کی جائے۔

میں دو رکعت نماز تسبیح کی نیت کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کیلئے اور پھر اس طرح ادا کریں۔ تکبیر تحریمہ کہنے کے بعد سورۃ الفاتحہ اور کوئی سورۃ پڑھ کر پندرہ بار مذکورہ بالا کلمات تسبیح کہے پھر رکوع میں دس بار پھر کھڑے ہو کر دس مرتبہ پھر پہلے سجدہ میں دس بار قعدہ اولیٰ میں دس بار دوسرے سجدہ میں دس بار پھر بیٹھ کر دس بار پھر آخر تک التبیحات پڑھے۔ یوں دو رکعت مکمل کریں۔

گوشہ نشین پر واجب ہے کہ یومیہ ایک مرتبہ نماز تسبیح ادا کرتا رہے۔ اگر یومیہ نہ پڑھ سکے تو ہر جمعہ المبارک کو پڑھے یہ بھی نہ ہو سکے تو ہر ماہ میں ایک بار پڑھے۔ اس کی بھی فرصت و طاقت نہ پائے تو سال بھر میں ایک بار پڑھ لیا

وَبِمَنْ اتَّبَعْنِي بِنُورِ الشَّرِيعَةِ وَالطَّرِيقَةِ وَالْمَعْرِفَةِ بِنُورِ الْحَقِيقَةِ الْبَصِيرَةِ
کوئی اور شخص کی بھی مثل نہیں بن سکتا نور شریعت و طریقت اور نور حقیقت و
معرفت کے وسیلہ سے میرا متبع ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں ہے۔

میں اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتا ہوں اور میری اتباع کرنے والے نور بصیرت
رکھتے ہیں۔ شیطان ان انوار و تجلیات کے باعث مماثلت اختیار ہی نہیں کر سکتا جو
مذکور ہوئے اور جو صاحب مظہر نے کہا ہے۔ کہ حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وآلہ وسلم کی ذات ستودہ صفات کے علاوہ بھی کسی ایسی صورت میں نہیں
آ سکتا۔ جو مظہر رحمت و رافت اور لطف و ہدایت ہیں جیسے تمام انبیاء و مرسلین علیہم
السلام، اولیائے عظام، ملائکہ، کعبہ سورج، چاند سفید رنگت بادل، قرآن کریم
وغیرہ اس لئے کہ شیطان مظہر قہر ہے۔ لہذا صفات اضلال گمراہی کی صفتیں ہی
ظاہر ہو سکتی ہیں۔

جو صفات رشد و ہدایت کی مظہر ہیں۔ وہ گمراہی اور ضلالت سے کیسے متعلق
ہو سکتی ہیں۔ اسلئے کہ ہدایت اور ضلالت تو آتش اور پانی کی طرح آپس کی زد
ہیں اور ضدین کا اجتماع ممکن ہی نہیں کہ آگ پانی اور پانی آگ بن جائے
اسلئے کہ دونوں کے درمیان عظیم تضاد اور فرق پایا جاتا ہے۔ حق و باطل کے فرق
و تمیز کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

كَذَٰلِكَ يَضْرِبُ اللَّهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ اور یوں ہی اللہ تعالیٰ حق و باطل
کے متعلق مثالیں بیان فرماتا ہے۔ شیطان بصورت حق لوگوں کے دلوں میں
وسواس ڈال سکتا ہے۔ کہ یہ صورت الہی ہے نیز وہ ربوبیت کا دعویٰ بھی اگل سکتا
ہے۔ اور شیطان بصورت جلال اپنے آپ کو ظاہر کر سکتا ہے۔ اس لئے کہ وہ
مظہر صفات قہر ہے۔ اور ایسے بہروپ میں وہ دعویٰ ربوبیت کر سکتا ہے۔ کیونکہ وہ
ضلالت کی صفات کا مظہر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ صفات جلال کے روپ میں

اپنے حق ہونے کو ظاہر کرتا ہے۔ جیسے مذکور ہوا۔ کیونکہ اس میں صفات ہدایت
پائی ہی نہیں جاتیں۔ اور اس عنوان پر بڑی طویل بحث تھیٹ ہو سکتی ہے۔ اور اس
کی تفصیل و تشریح کیلئے کئی دفتر درکار ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد عَلَيَّ بِصِيرَةٍ اَنَا
وَمَنْ اتَّبَعْنِي میں وارث مرشد کامل کی طرف اشارہ ہے۔ وہ جو لائق ارشاد ہونے
کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ اسے میری بصیرت سے باطنی
بصیرت حاصل ہوگی اور اس سے ولایت کاملہ مراد ہے جس کی طرف اللہ تعالیٰ کا
ارشاد مشیر ہے۔ وَلِيًّا مُرْشِدًا

پس جان لینا چاہیے کہ خواب کی دو قسمیں ہیں۔
آفاقی اور نفسی اور پھر ان کی مزید دو قسمیں ہیں۔

خواب نفسی

ایسے خواب جو اخلاق حمیدہ یا افعال ذمیرہ پر مشتمل ہوتے ہیں۔
بہر حال جو اخلاق حمیدہ پر مشتمل ہیں اسکی کیفیت کچھ یہ ہوگی کہ خواب میں
جنت اور اسکی نعمتوں کا حصول یعنی حور و قصور، غلمان، نورانی اور سفید میدان، سورج،
چاند ستارے اور ان سے ملتی جلتی چیزوں کا دیکھنا ہے۔ ان تمام کا تعلق دل کے
اوصاف سے ہے۔

خواب میں پرندوں اور حیوانات کا گوشت کھانا محسوس ہو تو ایسی خوابیں نفس
مطمئنہ سے متعلق ہوتی ہیں۔ اسلئے کہ جنت میں جنتیوں کی غذا ایسی ہی ہوگی۔
یعنی بکری کا روسٹ گوشت، پرندوں کے کباب بہر حال گائے دیکھی جائے تو اس
کو یوں سمجھا جائے کہ یہ حضرت آدم علیہ السلام کیلئے کھیتی باڑی کیلئے جنت سے
اتاری گئی تھی۔

نیز اونٹ بھی ظاہری و باطنی کعبہ کے زیب و زینت کیلئے جنت سے آیا۔
اور گھوڑے جہاد اصغر و اکبر کیلئے اور یہ تمام تر نظام آخرت کی کامیابی کیلئے ہے۔

حدیث شریف میں ہے۔ ان الغنم خلق من عسل الجنة بکری جنت کے شہد سے گائے زعفران اونٹ شگوفے اور گھوڑا خوشبودار جنتی پھول سے تخلیق کئے گئے۔ خچر ادنیٰ صفت مطمئنہ سے۔

جس شخص نے خچر کو خواب میں دیکھا اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ عبادت میں کامل و مست ہوگا اور اس پر نفسانی ثقالت غالب ہوگی۔ اور اس کے اعمال بے فائدہ ہونگے۔ البتہ توبہ کرنے پر اسے نیک اعمال کی اچھی جزا عطا ہوگی۔
گدھا جنتی پتھروں سے تخلیق کیا گیا۔ تاکہ حضرت آدم علیہ السلام اور اسکی اولاد کی خدمت کر سکے۔

اور وہ جو بے ریش خوبصورت نوجوان کو روح کے ساتھ مخاطب ہو کر ہم کلام ہوتا ہے۔ اس پر انوار و تجلیات الہیہ جلوہ افروز ہوتے ہیں۔ اسلئے کہ جملہ جنتی ایسی ہی حسین ترین صورت میں جلوہ گر ہونگے۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ اهل الجنة جرد "مُرد" مکحولون جنتی بے ریش، نوعر، قدرتی سرمہ لگائے ہونگے۔ نیز فرمایا۔

رَأَتْ رَبِّي عَلَىٰ صُورَةِ شَابِ امْرُؤٍ

میں نے اپنے رب کو نہایت خوبصورت بے ریش نوجوان کی صورت پر دیکھا۔

بعض علماء کرام فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ایسی صفت ربوبیت میں جلوہ گر ہونا۔ آئینہ پر تجلی ڈالنا مراد ہے۔ اور اسی کو روح طفل معانی سے موسوم کرتے ہیں۔ کیونکہ وجود مربی و مرشد کیلئے آئینہ اور اس کے رب کے درمیان وسیلہ ہے۔ چنانچہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

لَوْلَا تَرْبِيَةُ رَبِّي لِمَا عَرَفْتُ رَبِّي

اگر میرا رب میری تربیت نہ فرماتا تو مجھے اپنے رب کی معرفت حاصل نہ

ہوتی۔

اس باطنی مربی و مرشد کو پانے کا وسیلہ ظاہری مربی و مرشد کی تربیت و تلقین ہے۔ (جو انبیاء و مرسلین علیہم السلام اور اولیائے و علمائے کرام کے بغیر ممکن نہیں۔) ان کی تربیت کے نتیجہ سے آخری روح کے ملنے سے تن بدن اور دل منور و روشن ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

يَلْقَى الرُّوحَ مِنْ أَمْرِهِ عَلَىٰ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ. (عافر: ۱۵)

اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے۔ اپنے حکم سے روح ڈالتا ہے۔ (یعنی الہام و وحی کرتا ہے۔)

ایسی روح کے حصول کیلئے مرشد کامل کی تلاش بیحد لازمی ہے۔ لہذا اسے اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے۔ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔ مذکورہ بالا تاویل کی رو سے اللہ تعالیٰ کو خواب میں صورت جلیلہ اخرویہ پر دیکھنا درست ہے۔ کیونکہ مربی و مرشد تو ایک مثال ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ خواب دیکھنے والے کی استعداد اور قابلیت کی مناسبت سے ظاہر فرماتا ہے۔ نہ کہ حقیقت ذات کیونکہ اللہ کی ذات کریمہ صورتوں سے مبرا اور پاک ہے۔

یوں ہی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذات انور کو خواب میں دیکھنے والے کی مناسبت کے مطابق دیکھنا ممکن ہے۔ جبکہ حقیقت محمدیہ علیہ ائحیۃ والہماء کو تو وہی دیکھ سکتا ہے۔ جو سید عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم و عمل حال، بصیرت، نماز میں نہ صرف ایک حالت بلکہ ظاہر باطناً وارث کامل ہو۔

شرح مسلم شریف میں ہے کہ تاویل مذکورہ کے مطابق باری تعالیٰ کی زیارت سے بصورت بشری و نورانی دیکھنا جائز ہے۔ اور یوں ہی ہر صفاتی تجلی کے متعلق بھی یہی حکم ہے۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عذاب کے درخت سے بصورت آتش اللہ تعالیٰ کی تجلی کا مشاہدہ کیا اور اللہ تعالیٰ کا صفاتی کلام ہے جو سوا

حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا۔ وَمَا تَلَكَ بِبَيْتِكَ يَا مُوسَى؟ اے موسیٰ تمہارے دائیں ہاتھ میں کیا ہے؟۔

وہ آتش حقیقتاً نور تھا۔ گو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مشاہدہ و تصور نے آگ سے موسوم کیا۔ اسلئے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام تو اس وقت پوری کوشش آگ کی تلاش میں صرف کر رہے تھے۔ (مگر وہ درخت آگ تو تھا نہیں) پھر حضرت انسان اس درخت سے تو کم مرتبہ نہیں ہے۔ لہذا یہ قطعاً حیرتاک بات نہیں اگر انسان بعد از تزکیہ باطن حیوانی صفات ترک کر کے انسانی اخلاق کامل طور پر حاصل کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ اس پر اپنے کرم سے حقیقی انسان کی صورت میں اپنی صفات میں سے کسی صفت کی تجلی میں ظہور پذیر ہو۔ جیسے بکثرت اولیاء کرام اس قسم کی تجلیات کی نعمت سے شاد کام ہوئے۔

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بوقت تجلی خاص کہہ دیا تھا سبحانی ما اعظم شانی پاک ہے میری ذات اسلئے کہ میری شان بلند ہے۔ حضرت سیدنا جنید بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا۔ لَيْسَ فِيَّ جُبْتِي سَوَى اللَّهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى مِيرے جبہ میں سوا ذات الہیہ کے اور کوئی نہیں۔ اور ایسی بہت سی مثالیں پائی جاتی ہیں۔

اس مقام پر اہل تصوف کیلئے لطائف عجیبہ ہیں جن کی تفصیل بڑی طویل ہے۔ اور تربیت میں ان کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔ اسلئے جو اس سلسلہ میں ابھی مبتدی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اور وہ جو اوصاف الہیہ میں باہمی مناسبت نہیں رکھتے اور نہ ہی وہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کیساتھ اس کا دلی ربط و تعلق ہے۔ اس کیلئے نہایت ضروری ہے کہ مرشد کامل اسکی خصوصی تربیت کرے۔ اسلئے کہ ان دونوں مرشد اور مرید کے مابین بشری مناسبت موجود ہے جیسے کہ سید عالم نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس دنیا میں اسی مناسبت کی یکسانیت کیلئے

جامعہ بشریت میں جلوہ افروز ہوئے۔

سید عالم مرشد اعظم نبی مکرم رسول معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات ظاہری میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ کسی اور کی تلقین و تربیت کی قطعاً ضرورت نہ تھی۔ مگر بعد از وصال مبارک جب آپ کی ظاہری تلقین و ہدایت کا سلسلہ بظاہر رک گیا اور آپ ترک دنیا کر کے خلوت کے خاص مقام کی طرف منتقل ہو گئے۔

یوں ہی اولیائے کرام کا معاملہ ہے۔ کہ جب ان کا تعلق عالم عقبے سے ہو جاتا ہے۔ تو ان میں کوئی بھی بظاہر منزل مقصود تک پہنچانے کیلئے رہنمائی و ہدایات سے نہیں نوازتا۔

(اس عبارت کا صاف مطلب یہ ہے کہ ظاہری ہدایات و رہنمائی کا سلسلہ منقطع ہونے کے باوجود روحانی طور پر تلقین و ارشاد کا سلسلہ بدستور قائم رہتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ملفوظات یعنی احادیث یعنی اسی طرح رہنمائی فرما رہی ہیں۔ جیسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حیات ظاہریہ میں معمول تھا۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (الاحزاب ۲۱) تمہارے لئے رسول اللہ کا اسوہ حسنہ کافی ہے۔ (تابلش قصوری)

حضرت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان لطیف ترین اشارات کے بعد فرماتے ہیں اگر تم عقیل و فہیم ہو تو اس بات کو سمجھ لو اور اگر نہیں تو پھر کسی وسیلہ سے نورانی ریاضت کے حاصل کرنے کی کوشش کرو۔ سمجھ آ جائے گی۔ اس لئے کہ خواہشات نفسانیہ پر ریاضت نورانی غالب ہے۔ جس سے فہم روشن و منور ہوتی ہے اور تاریکی سے نورانیت کا حصول ممکن نہیں وہ جگہ جو نور سے منور و مزین مشرف ہوگی البتہ مبتدی کیلئے کاردارد اور جو اللہ تعالیٰ کا ولی حیات جسمانی رکھتا ہے یعنی اس نے وصال نہیں فرمایا مبتدی کی اس سے مناسبت ہوتی ہے۔ اسلئے

کہ اس ولی کو کامل وراثت سے تعلق ہوتا ہے۔ جسکی دو قسمیں ہیں۔ تعلیقیہ یعنی ایک چیز کا دوسری چیز سے تعلق و ربط قائم کرنا، تجریدیہ۔ یعنی کسی چیز کا دوسری چیز سے الگ کرنا۔ شیخ کامل کو ان دونوں پر عبور حاصل ہوتا ہے۔ اور وہ مرید کو آہستہ آہستہ تزکیہ نفس اور تصفیہ باطن سے بہرہ مند کر دیتا ہے۔

اور پھر وہ ولی اللہ یا مرشد کامل اپنے تصرفات سے اس کا رشتہ و تعلق اللہ تعالیٰ سے قائم کر دیتا ہے۔ جس کے باعث ترک دنیا پر گامزن رہتا ہے۔ پس پھر اسے ظاہری زندگی میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی طرف سے ایسی ولایت اور تصرف عطا ہوتا ہے۔ کہ اسے نسبت عبودیت خاصہ نصیب ہو جاتی ہے۔ اور پھر وہ بھی مختلف امور میں تصرف کرنے لگتا ہے۔ پھر انہی اوصاف کے باعث وہ مخلوق خدا عزوجل میں صوفی مشہور ہو جاتا ہے۔ اور پھر اس کے بعد بھی ایک خصوصی راز کا مقام ہوتا ہے۔ جسے اہل معرفت ہی جانتے ہیں۔ جیسے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ **وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَلَكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَعْلَمُونَ**. (المنافقون: ۸)

اور عزت تو اللہ اس کے رسول اور ایمانداروں کیلئے ہے۔ لیکن منافق نہیں جانتے۔

بہر حال جو ارواح کی تربیت کا معاملہ ہے۔ تو روح جسمانی کی تربیت جسم کے اندر ہی ہوتی ہے۔ روح روانی کا جہاد دل میں اور روح سلطانی کی تربیت دل کے اندر اور روح قدسی کا مقام ستر یعنی بندے اور ذات حق کے مابین ربط و تعلق کا واسطہ اور مخلوق کی طرف اللہ تعالیٰ کا وہ ترجمان ہے۔ اس لئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی معرفت کا اہل اور اسرار کا محرم ہو جاتا ہے۔ اور وہ خواب جو اخلاق ذمیرہ سے متعلق ہوتے ہیں۔ ان کی صفت نفس امارہ، نفس لوامہ اور نفس ملہمہ ہے۔ لہذا جب خواب میں درندے وغیرہ دیکھے جائیں یعنی شیر، بھیڑیا، کتا، خنزیر

چیتا وغیرہ اور ان کے علاوہ خرگوش، لومڑی، بلی، مگر، مچھ، کچھوا، بچھو، بھڑ نیز ان کے علاوہ جو بھی ایذا دینے والے جانور خواب میں نظر آئیں تو یہ انسان کے اندر بری عادات و صفات کے ترجمان ہیں۔ ایسے برے خیالات و تصورات کو ترک کر کے ہی روحانی ترقی کا راستہ پایا جاسکتا ہے۔

چیتا

خواب میں چیتے کا دیکھنا غرور اور خود بینی و خود نمائی پر دلالت ہے۔ اور ذات باری تعالیٰ کے مقابل تکبر و غرور کا پیش خیمہ ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔
اِنَّ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بَايَاتِنَا وَاَسْتَكْبَرُوْا وَاَعْنَاهَا لَا تَفْتَحْ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمٰوٰتِ وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلْبِغَ الْجَحْمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُجْرِمِيْنَ. (الاعراف: ۴۰)

پیشک جنہوں نے ہماری آیات کی تکذیب کی اور تکبر کیا ان کیلئے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے۔ اور نہ وہ جنت میں داخل ہونگے جب تک اونٹ سوئی کے سوراخ سے نہ گزرے۔ (یعنی انکا جنت میں داخل ہونا ممکن ہی نہیں) اور یوں ہی ایسے مجرم کو سزا دی جائے گی۔ جو لوگوں کے سامنے اعلانیہ تکبر اختیار کرتا

ہے۔

شیر: شیر کو خواب میں دیکھنا بڑائی و عظمت کی نشانی ہے مخلوق خدا عزوجل

پر۔

ریچھ: کا خواب میں دیکھنا یوں ہے جیسے محکوم اور اپنے ماتحت پر غیض و غضب اور غلبہ کا اظہار۔

بھیڑیا: بھیڑیے کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر یہ ہوگی کہ خواب میں دیکھنے والا حرام و مشتبہ اشیاء کو بلا تمیز کھاتا ہے۔

کتا: کتے کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر یہ ہوتی ہے کہ خواب دیکھنے والا

دنیا کی محبت میں ہر وقت غیض و غضب میں رہتا ہے۔

خزیر: کو خواب میں دیکھنا، کینہ، حسد، تحریص، شہوات پر دلالت ہے۔

خرگوش: کو خواب میں دیکھنے والے کی یہ صفت ہوگی کہ دنیوی معاملات میں مکر و حیلہ سے کام لیتا ہے۔

لومڑی: اس کا خواب میں دیکھنا بھی خرگوش کی طرح ہے البتہ خرگوش لومڑی میں غفلت کی صفت غالب ہوتی ہے۔

تیندوایا کچھوا: کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر یہ ہے کہ اس پر جاہلیت کے باعث حب دنیا، سرداری کی خواہش اور غیرت و عزت پر دلالت ہے۔

سانپ: کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر یہ ہے کہ خواب دیکھنے والا لوگوں کی زبانی تکلیف پہنچانے کی طرف راغب رہتا ہے۔ یعنی گالی گلوچ، گلہ شکوہ، نیبیت اور جھوٹ بولنا غلط شہادت دینا وغیرہ۔

تاہم ایسے موزی حشرات الارض اور درندوں وغیرہ کو خواب میں دیکھنے کی صحیح تعبیر تو صاحبان بصیرت و فراست ہی جانتے ہیں۔

بچھو: کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر یہ ہے کہ اس کو خواب میں دیکھنے والے کی عادت یہ ہوتی ہے کہ وہ اشاروں اشاروں میں لوگوں کو ایذا پہنچانے کی کوشش کرے گا۔ نکتہ چینی، تہمت، عیب جوئی، چغل خوری اس کی عادت ہوگی۔

بھڑ: کو خواب میں دیکھنا لوگوں کو زبان سے تکلیف دینا اور لوگوں کیساتھ بلاوجہ دشمنی رکھنے پر دلالت ہے۔ جیسے سانپ کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر ہے۔

جب سالک ان موزی جانوروں کیساتھ اپنے آپکو برسر پیکار دیکھتا ہے۔ اور محسوس کرتا ہے۔ کہ میں ان پر غالب نہیں آسکتا تو اسے چاہیے کہ عبادت، ریاضت اور ذکر و اذکار کو اپنا معمول بنالے اور اتنا ذکر و اذکار میں محو ہو کہ ان پر غالب آجائے ان پر فاتح کی حیثیت اختیار کر کے ہلاک و برباد کر دے یا پھر ان

میں درندگی کی جو صفات پائی جاتی ہیں انہیں بدل کر انسانی عادات میں تبدیل کر دے۔ کیونکہ ان پر اچھی طرح غالب آنا اور انکو تباہ کر دینا ہی برائیوں کا مکمل خاتمہ کرنا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ كَفَرَ عَنْهُمْ مَسِيئَاتِهِمْ وَ اصْلَحَ اللّٰهُ اَنْكٰى برائیوں کو مٹو کر دیتا ہے۔ اور انکی اصلاح فرماتا ہے۔ (ظاہری و باطنی)۔

اگر خواب میں درندوں کو بصورت انسان دیکھے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اس کی برائیاں، نیکیوں سے بدل دی گئی ہیں۔ چنانچہ توبہ کرنے والوں کے بارے میں رب العزت کا ارشاد ہے۔ مَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يَبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ

جس شخص نے توبہ کی اور ایمان لایا نیز صالح عمل اختیار کیے تو اللہ تعالیٰ اس کی برائیوں کو اچھائیوں سے بدل دے گا۔

پس اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اس نے اپنے موزی دشمنوں سے نجات حاصل کر لی۔ تاہم اس کے بعد بھی انسان کیلئے لازمی ہے۔ کہ وہ ان دشمنوں کے شر سے بے نیاز نہ ہو جائے اس لئے کہ برائیوں کے ختم ہو جانے کے بعد بھی نفس میں معصیت کی جانب ایسی سیرت پائی جاتی ہے۔ جو کسی بھی وقت زور پکڑ کر نفس مطمئنہ پر غالب آسکتی ہے۔ لہذا بندے کو چاہیے کہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق تمام آفات اور ہر قسم کی ممنوع عادتوں سے بچنے کی کوشش کرتا رہے کبھی نفس امارہ کفار و مشرکین کی صورت پر، نفس لوامہ یہود اور نفس ملہمہ عیسائیوں کی صورت پر بلکہ ان کے علاوہ کئی نادر اور عجیب و غریب صورتوں پر دیکھے جاسکتے ہیں۔ (یعنی بد عقیدہ اور گستاخوں کی صورت میں) واللہ تعالیٰ اعلم۔



تصوف و اہل تصوف

اہل تصوف بارہ اقسام پر مشتمل ہیں۔

اہل سنت و جماعت۔ پہلی قسم ایسے لوگوں کی ہے جو سنت مصطفیٰ علیہ الخیرہ والسلام کی نسبت سے سرفراز ہیں۔ ان کے جملہ اقوال و افعال شریعت و طریقت پر مبنی ہوتے ہیں۔ یہی اہل سنت و جماعت ہیں۔

ان میں بعض خوش نصیب بلا حساب و کتاب جنت میں داخل ہونگے۔

بے عذاب و عتاب و حساب و کتاب

تا ابد اہل سنت پہ لاکھوں سلام

اور بعض کا برائے نام حساب و کتاب ہوگا۔ اور بلا کسی عذاب و تکلیف کے وہ بھی جنت میں جائیں گے۔ بعض کو معمولی سی سزا ہوگی پھر انہیں بھی جنت میں داخل ہونے کی بشارت سنادی جائے گی۔

کافر، مشرک، بدعتی وغیرہم سبھی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے داخل جہنم ہونگے۔

خیال رہے کہ اہل سنت و جماعت کے علاوہ باقی تمام فرقے بدعتی ہیں۔

نام نہاد پیروں اور صوفیوں کے درج ذیل فرقے ہیں۔

خلویہ، حالیہ، اولیائے شمرانیہ، حبیہ، حوریہ، باجیہ، محکاسلہ، متجاہلہ، وافقیہ، الہامیہ

اب ان کی علیحدہ علیحدہ کیفیت ملاحظہ فرمائیے گا۔

مذہب خلویہ: اس فرقہ کا عقیدہ ہے کہ حسین و جمیل عورتیں اور بے ریش

خوبصورت لڑکوں کی طرف بدن کو آنکھ بھر کر دیکھنا حلال ہے۔ نیز ان کیساتھ

رقص اور بھنگڑا ڈالنا، بوس و کنار کرنا مباح ہے۔ جبکہ شرعاً یہ کفر جلی ہے۔

مذہب حالیہ: اس فرقہ کا عقیدہ ہے کہ رقص کرنا یا تالی بجانا حلال ہے۔ وہ

کہتے ہیں کہ یہ تو شیخ کی ایک حالت یا مقام کا نام ہے۔ شریعت اس پر کوئی حکم نہیں لگاتی۔ ایسا نظریہ و عقیدہ بدعت اور سنت رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سراسر خلاف ہے۔

مذہب اولیائے: اس فرقہ کا عقیدہ یہ ہے کہ انسان جب ولایت کے مرتبہ پر فائز ہو جاتا ہے تو اس پر شرعی احکام کا اطلاق ختم ہو جاتا ہے۔

نیز ان کا کہنا ہے کہ ولی نبی سے افضل ہے۔ اسلئے کہ نبی کا علم تو بذریعہ

وحی ہے جبکہ ولی کا علم بلا واسطہ وحی کے ہے۔ حقیقت میں ایسی تاویل کرنے میں

انہوں نے بڑی غلطی کھائی ہے۔ اسی غلط نظریہ و عقیدہ کے باعث وہ ہلاک

ہوئے ایسا عقیدہ بھی سراسر کفر ہے۔

مذہب شمرانیہ: اس فرقہ کا عقیدہ ہے صحبہ قدیمی ہے اور اسی کے باعث امر و

نواہی اس پر ساقط ہو جاتے ہیں۔ مگر طنزورہ سارگی باجا اور دیگر آلات موسیقی نیز

لبو و لعب جیسی تفریح کو وہ حلال جانتے ہیں۔ لیکن عورتوں سے کسی قسم کا تعلق جائز

اور حلال نہیں جانتے۔ یہ لوگ بھی کافر ہیں۔ ان کا قتل کرنا جائز ہے۔

مذہب حبیبیہ: اس فرقے کا عقیدہ ہے کہ انسان جب مقام محبت تک رسائی

حاصل کر لیتا ہے۔ تو شرعاً مکلف نہیں رہتا یہی وجہ ہے کہ وہ اپنی شرمگاہوں کو بھی

پوشیدہ نہیں کرتے۔

مذہب حوریہ: اس فرقے کا عقیدہ ہے فرقہ حالیہ سے ملتا ہے مگر مزید یہ

دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ اپنے حالات یعنی رقص و سرور اور وجد کی حالت میں حوروں

سے مباشرت کر لیتے ہیں۔ جب ہوش میں آتے ہیں تو غسل کرتے ہیں۔

ان کا یہ عقیدہ بالکل باطل اور موجب ہلاکت و بربادی ہے۔

مذہب باجیہ: یہ فرقہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے منکر ہیں۔ حرام کو

حلال جانتے ہوئے غیر عورتوں کیساتھ خصوصی مراسم قائم کرنے کو مباح کہتے ہیں۔

مذہب متکاسلہ: ان لوگوں کا عقیدہ ہے کہ کاروبار سے اعراض کر کے در بدر کی ٹھوکریں کھانا۔ ظاہر ترک دنیا کے مدعی ہیں مگر زور زور سے چیتنے چلاتے پکار پکار کر اپنے مصائب و مشکلات کا اعلانیہ اظہار کرتے جاتے ہیں۔ یہ لوگ بھی اس عقیدے کے باعث ہلاکت و بربادی کے گڑھوں میں گرے پڑے ہیں۔

مذہب وافقیہ: ان لوگوں کا عقیدہ و نظریہ یہ ہے کہ معرفت الہی غیر اللہ کو حاصل ہو ہی نہیں سکتی اسلئے انہوں نے مغفرت و بخشش کو طلب کرنا چھوڑ رکھا ہے۔ یہ بھی ایسی جہالت کے باعث تباہ و برباد ہوئے۔

مذہب الہامیہ: ان لوگوں کا عقیدہ ہے کہ علم دین کو ترک کر دیا جائے نیز درس و تدریس کا سلسلہ بھی قائم نہیں کرنا چاہیے۔ بلکہ حکماء کے تابع ہونا چاہیے یعنی جو کچھ مناظر اور فلاسفہ کہیں ان پر عمل کیا جائے۔ انکے نزدیک قرآن کریم حجاب محض ہے۔ اور اشعار کو قرآن طریقت سمجھتے ہیں۔ اسی سبب انہوں نے قرآن کریم اور اوراد و وظائف کو پڑھنا ترک کر رکھا ہے۔ جبکہ اشعار سیکھ کر اپنی اولاد کو بھی گمراہی کے گڑھوں میں ڈال رہے ہیں اور فقہ کے بارے میں کہتے ہیں یہ باطن میں سے ہے۔

اہل سنت و جماعت کہتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم تو صحبت سید عالم نبی مکرم رسول اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے باعث صاحبان جذبہ تھے۔ پھر جب وہ جذبات کشش و روحانیت سے مستفید ہو کر مشائخ طریقت تک پہنچے پھر وہ آہستہ آہستہ بے شمار سلسلوں میں تقسیم ہوئے۔ جسکے باعث ان میں بتدریج کمزوری آنی شروع ہو گئی۔ جس کے باعث ان کا اثر زائل ہو کر رہ گیا۔ بلکہ بعض روحانی سلاسل کا نام تک نہ رہا۔ ہاں البتہ بے جان بے معنی اور رسمی طور پر مشائخ کرام کا ڈھانچہ سابق رہ گیا۔

بعد آہستہ آہستہ انہی میں سے بدعتی ٹولیاں پیدا ہونی شروع ہو گئیں۔ کئی

اپنے آپ ہی قلندری بن بیٹھے۔ کسی نے سلسلہ حیدریہ اور کسی نے ادھیہ اور کسی نے دوسرے سلاسل سے اپنی نسبت قائم کی۔ جن کی تفصیل و تشریح نہایت طویل ہے۔

صاحبان طریقت و معرفت اور اہل ارشاد اس زمانہ میں نہایت قلیل ہیں۔ مشاہدہ کرنے والے یعنی فقہادان کے ظاہری اعمال کو دیکھ کر حق پر تصور کرتے ہیں۔ اور صاحبان بصیرت انہیں پاک و صاف باطن کے باعث انہیں پہچانتے ہیں۔ فقہاء استحکام شریعت پر امر و نہی میں ہر وقت مستعد رہتے ہیں۔ چنانچہ یہ بات کسی سے بھی چھپی ہوئی نہیں۔

صاحب باطن: ایسا شخص ہے جس نے راہ سلوک کو پچشم بصیرت ایسے مشاہدہ کیا ہو کہ اپنے مقتداء یعنی سید عالم نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذات ستودہ صفات کو دل کی آنکھوں سے دیکھے۔

پس ایسے شخص کا سلوک اللہ تعالیٰ اور اس حبیب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روحانیت بمناسب جسمانی اپنے محل میں اور روحانی اپنے مقام میں ان کے مابین وسیلہ بن جائیگا۔ کیونکہ شیطان کیلئے تو حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی صورت اختیار کرنا ممکن ہی نہیں ہے۔ حدیث شریف میں ارادت مند سالکین کیلئے ایک اشارہ ہے۔ تاکہ وہ راہ سلوک پر چل کر اندھیروں سے محفوظ ہو جائیں۔ نیز حق اور باطل کے مابین تمیز کرنے کیلئے ایسے کلمات اور ارشادات ہیں جو ان کے اہل کے علاوہ کسی دوسرے کو سمجھ آ ہی نہیں سکتے۔



خاتمہ

سالک کیلئے مناسب یہی ہے کہ وہ ذہین و فطین اور صاحب بصیرت ہو جیسے کہ شاعر نے کہا ہے۔

إِنَّ لِلَّهِ عِبَادًا فَطِنًا
طَلَفُوا الدُّنْيَا وَخَافُوا الْمَحَنَّا
جَعَلُوا لُجَّةً فَاتَخَذُوا
صَالِحَ الْأَعْمَالِ فِيهَا سَفِينًا

بیشک اللہ تعالیٰ کے ایسے بھی عقیل و فہیم بندے ہیں۔ جنہوں نے دنیا کو طلاق دے رکھی ہے۔ اور دنیا کی مکاریوں سے خوفزدہ رہتے ہیں۔ اور اس کربھنور سے کنارے پر پہنچنے کیلئے انہوں نے نیک اعمال کی کشتی وسیلہ بنا رکھا ہے۔

سالک کیلئے یہ بھی ضروری ہے۔ کہ جملہ دنیوی امور کو پیش نظر رکھے اور ان کے خاتمہ کیلئے غور و فکر سے کام لے۔ دنیا کی ظاہر کشش اور حسن جمال کو دیکھ کر دھوکہ نہ کھائے۔

اہل تصوت کا فرمان ہے۔ احوال کی راہیں ان کے تغیر و تبدل سے بنائی جاتی ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ وَلَا يَأْتِي مَكْرَ اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمَ الْخَاسِرُونَ اور وہ اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر سے بے نیاز نہیں ہوتے مگر وہی جو خسارے میں پڑنے والے ہیں۔ یعنی مخلص تو اللہ تعالیٰ کی گرفت سے ہمیشہ ڈرتے رہتے ہیں۔ حدیث قدسی ہے۔

يَا مُحَمَّدُ بَشِّرِ الْمُذْنِبِينَ بِأَنِّي غَفُورٌ وَأَنْذِرِ الصَّادِقِينَ بِأَنِّي غَيُورٌ

میرے پیارے حبیب! گنہگاروں کو خوشخبری سنائیے کہ میں (غفور) بخشش والا ہوں۔

اور صدیقین کو ڈر سنائیے کہ میں (غیور) پکڑنے والا ہوں بیشک کرامات اولیاء حق ہیں۔ اور انکے احوال بھی حق ہیں۔ مگر مکر و استدراج سے محفوظ نہیں۔ جبکہ انبیاء و مرسلین علیہم السلام ایسی باتوں سے دائمی طور پر محفوظ و مامون ہیں۔ کہا گیا ہے کہ یہ ممکن ہے ولی یا اسکے معتقدین کرامت تصور کرتے ہیں۔ وہ استدراج ہو جس کے باعث اس کا خاتمہ بالخیر نہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ انجام کی خرابی کا خوف ہی حسن خاتمہ کا سبب اور نجات کا ذریعہ بن جائے۔

حضرت خواجہ حسن بھری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ اولیاء کرام خدا خوفی کے باعث اعلیٰ علیین پر فائز ہو سکتے ہیں۔ خوف کا امید پر غالب ہونا اچھا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ بشری کمزوریوں کے باعث راہ راست سے بھٹک جائے اور اس فعل کا مرتکب ہو جس کا اسے شعور تک نہ ہو۔ جب تک انسان صحیح و تندرست ہے خوف کو امید پر غالب رکھے اور جب بیمار ہو تو امید کو خوف پر غالب آنے دے۔

البتہ بوقت موت اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم پر امید کو خوف پر غالب کرے۔ چنانچہ سید عالم نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔

لا تموتن احدکم آلا وهو يحسن الظن بالله تعالى
تم میں ہرگز کوئی ایسے نہ مرے مگر اس کا حسن ظن اللہ تعالیٰ کے ساتھ قائم ہو۔ اور اس کی آیات رحمت میں غور و فکر کرے۔ مثلاً ارشاد باری تعالیٰ ہے۔
وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ (اعراف پ ۹: ۱۵۶) اسکی رحمت ہر شئی کو محیط ہے۔ نیز رحمتی سبقت غضبی فانہ ارحم الراحمین میری رحمت میرے غضب پر سبقت کرتی ہے۔ کیونکہ بیشک سب سے زیادہ رحم کرنیوالا مہربان ہے۔

سالک پر یہ بھی واجب ہے اللہ تعالیٰ کے غیض و غضب کی بجائے اسکے لطف و کرم کے حصول کی طرف جلدی کرے۔ وہ اس طرح کہ اپنے آپ کو اسکی بارگاہ میں نہایت عاجزی و انکساری اور تواضع سے پیش کرے۔

نہایت عمدہ طریقہ سے اپنی معروضات کو بیان کرے۔ اپنے گناہوں کی معافی مانگے۔ اور اسکے رحمت بھرے خزانوں سے جو دو کرم کے ملنے کی امید رکھے۔ اسلئے کہ وہ جواد ہے۔ کریم ہے۔ وہ ہی قدیمی حقیقی شہنشاہ عظیم ہے۔
وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا و مولانا محمد و علی و آلہ و صحبہ و بارک و سلم اجمعین۔
والحمد للہ رب العالمین۔

آمین۔

الحمد للہ علی منۃ و کرمہ تعالیٰ۔ ترجمہ کتاب مستطاب سرا اسرار فیما یتحتاج الیہ الابرار
۳ ذوالحجۃ المبارکہ ۱۳۲۲ھ - ۱۸ فروری ۲۰۰۲ء بروز پیر مکمل ہوا۔
دعا ہے مولیٰ تعالیٰ بجاہ حبیبہ الاعلیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ و سلم
و بوسیلتہ سیدنا الاکرم الشیخ السید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ
تعالیٰ عنہ اپنی بارگاہ اقدس میں قبولیت کا شرف بخشے ہوئے
میرے لئے اور جملہ صحیح العقیدہ مسلمانوں کیلئے مفید بنائے۔
نیز دنیا و عقبیٰ میں میرے لئے بہترین ذخیرہ ثابت ہو۔ آمین
ثم آمین۔

احقر العباد۔ محمد رضا تابش قصوری چشتی سیالوی اشرفی سمنانی غفرلہ
خطیب مرید کے ضلع شیخوپورہ۔ مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور۔ (پاکستان)



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الفَصِيْلَةُ الْعَوْتَبِيَّةُ

سَقَاتِي الْحُبُّ كَأَسَاتِ الْوِصَالِ

قَقَلْتُ لِحَمْرَتِي تَحْوِي تَعَالَى

عشق و محبت نے مجھے دسل کے پیالے پلائے، پس میں نے اپنی شراب کو
کہا کہ میری طرف لڑنا۔

سَعَتٌ وَمَشَتْ لِحَمْرَتِي فِي مَكْوَسِ

فَلِهَمَّتْ بِسُكْرَتِي بَيْنَ الْمَوَالِي

پیالوں میں (دبھری ہوئی) وہ شراب میری طرف دوڑی پس میں اپنے احباب
کے درمیان نشہ شراب سے مست ہو گیا۔

فَقَلْتُ لِسَائِرِ الْأَقْطَابِ لَمَوَا

بِحَالِي وَأَدْخَلُوا أَنْتُمْ رَجَالِي

میں نے تمام اقطاب کو کہا کہ آپ بھی عزم کرو اور میرے حال میں داخل ہو جاؤ
(یعنی میرے رنگ میں رنگے جاؤ) کیونکہ آپ بھی میرے رفقاء ہیں۔

رَهْمُوا وَأَشْرَبُوا أَنْتُمْ جُنُودِي

فَسَاقِي الْقَوْمِ يَا لَوَائِي مَلَارِي

محبت اور مستحکم ارادہ کرو اور جام معرفت پر جو کہ تم میرے لشکر ہی ہو، کیونکہ ساقی
قوم نے میرے لئے (باب جام بھر رکھا ہے۔

شَرِبْتُمْ وَفَضَلْتِي مِنْ بَعْدِ سُكْرِي

وَلَا نِلْتُمْ عَلَوِي وَاتِّصَالِي

میرے مست ہونے کے بعد تم نے میری کچی شراب پی لی، لیکن میرے بلند مرتبے اور قرب کرنے پاسکے۔

مَقَامِكُمْ الْعُلَى جَمْعًا وَلَكِنْ

مَقَامِي فَوْقَكُمْ مَا نَرَى عَالِي

اگرچہ آپ سب کا مقام بلند ہے پھر بھی میرا مقام آپ کے مقام سے بلند تر ہے اور ہمیشہ بلند رہے گا۔

أَنَا فِي حَضْرَةِ التَّقْرِيبِ وَحْدِي

بُصْرَتِي وَحَسْبِي ذُو الْجَلَالِ

میں بارگاہ قرب الہی میں یکتا اور یگانہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ مجھے پیترا ہے (یعنی ایک درجہ سے دوسرے درجہ پر ترقی دیتا ہے) اور خداوند تعالیٰ میرے لئے کافی ہے۔

كَسَانِي خَلْعَةً بِطِرَازِ عَزْمٍ

وَتَوَجَّيْتُ بِتِيَجَانِ الْكَمَالِ

اللہ تعالیٰ نے مجھے وہ عظمت پہنایا جس پر عزم (اداء) مستحکم اسکے بیل بوٹے تھے اور تمام کمالات کے تاج میرے سر پر رکھے۔

وَأَظْلَعَنِي عَلَى سِرِّ قَدِيمٍ

وَقَلَّدَنِي وَأَعْطَانِي سُورَاتِي

اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے راز قدیم پر مطلع کیا اور مجھے عزت کا ہار پہنایا اور جو کچھ میرے آنگا مجھے عطا کیا۔

وَوَلَّانِي عَلَى الْأَقْطَابِ جَمْعًا

تَحْكُمِي نَافِذِي فِي كُلِّ حَالٍ

اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام قطبوں پر حاکم بنایا ہے، پس میرا حکم ہر حالت میں جاری ہے۔

فَلَوْ أَلْقَيْتُ سِرِّي فِي بَحَارِهَا

لَصَارَ الْكُلُّ غَوْرًا فِي الثَّرْوَالِ

اگر میں اپنا راز یا توجہ دریاؤں پر ڈالوں تو تمام دریاؤں کا پانی زمین میں جذب ہو کر خشک ہو جائے اور ان کا نام و نشان نہ رہے۔

وَلَوْ أَلْقَيْتُ سِرِّي فِي جِبَالِهَا

لَدَكَّتْ وَاخْتَفَتْ بَيْنَ الزُّوَالِ

اگر میں اپنا راز پہاڑوں پر ڈالوں تو وہ ریزہ ریزہ ہو کر ریت میں ایسے لے جائیں کہ ان کو اور ریت میں فرق نہ رہے۔

وَلَوْ أَلْقَيْتُ سِرِّي فَوْقَ نَائِرِهَا

لَخَمِدَتْ وَأَنْطَفَتْ مِنْ سِرِّ حَالِي

اگر میں اپنا راز آگ پر ڈالوں تو وہ میرے راز سے بالکل سرد ہو جائے اور اس کا نام و نشان باقی نہ رہے۔

وَلَوْ أَلْقَيْتُ سِرِّي فَوْقَ صَيْتِهَا

لَقَامَ بِقُدْرَةِ الْمَوْلَى تَعَالَى

اگر میں اپنے راز کو مژدہ پر ڈالوں، تو وہ فوراً اللہ تعالیٰ کی قدرت سے اٹھ کھڑا ہو۔

وَمَا مِنْهَا شَهْوَا أَوْ دَهْوَا

تَمُرٌ وَتَنْقِضِي إِلَّا أَتَانِي

میں نے اور زمانے جو گذر چکے ہیں یا گزر رہے ہیں، بلا شک وہ میرے پاس حاضر ہوتے ہیں۔

وَتُخْبِرُنِي بِمَا يَأْتِي وَيَجْرِي

وَتَعْلِمُنِي فَأَقْصِرُ عَنْ جِدَالِي

اور وہ مجھ کو گزرے ہوئے اور آنے والے واقعات کی خبر اور اطلاع دیتے ہیں
اسے منکر کلمات اجمال سے بڑا۔

مُرِيدِي هُمْ وَطِبُّوا شَطْحًا وَعَفَا

وَأَفْعَلُ مَا تَشَاءُ فَلَا سُمْ عَال

میرے مرید! شرنا عشق الہی ہر اور خوش رہ اور بے باک ہر اور خوشی کے گنت
گاہ اور جو جاسے کہ کیر کو میرا نام بلند سے۔

مُرِيدِي لَا تَخَفُ اللَّهُ سَرِيحِي

عَطَانِي بِرَفْعَةٍ نَبَلْتُ الْمَنَائِي

میرے مرید کسی سے مت ڈر۔ اللہ تعالیٰ میرا پروردگار ہے، اُس نے مجھے
وہ بلند عطا فرمائی ہے کہ جس سے میں نے اپنی مطلوبہ آرزوؤں کو پایا ہے۔

طَبُولِي فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ دُقْتُ

وَشَاءُ وَسُ السَّعَادَةِ قَدْ بَدَأِي

میرے نام کے ڈنکے زمین و آسمان میں بجائے جانتے ہیں اور نیک نیتی کے جہان و نقیب
میرے لئے ظاہر ہو رہے ہیں۔

بِلَادِ اللَّهِ مُلْكِي تَحْتِ حُكْمِي

وَوَقْتِي قَبْلَ قَلْبِي قَدْ صَفَاي

اللہ تعالیٰ کے تمام شہر میرا ملک ہیں اور ان پر میری حکومت ہے اور میرا وقت میرے دل کی
پیداہش سے پہلے ہی صاف تھا یعنی میری روحانی حالت میرے جسم کے پیدا ہونے سے پہلے ہی صاف تھی

نَظَرْتُ إِلَى بِلَادِ اللَّهِ جَمْعًا

كَخَرْدَلَةٍ عَلَى حُكْمِ اتِّصَالِ

میں نے خدا تعالیٰ کے تمام شہروں کی طرف دیکھا، تو وہ سب الگ الگ کرانے کے
مانہ کے برابر تھے۔

دَسَرْتُ الْعِلْمَ سَخْتِي صِرْتُ قُطْبًا

وَنَبَلْتُ السَّعْدَ مِنْ مَوْلَى الْمَوَالِي

میں علم پڑھتے پڑھتے قطب ہو گیا اور میں نے خداوند تعالیٰ کی مدد سے سلطنت
کو پایا۔

رَجَالِي فِي هُوَ أَجْرِهِمْ صِيَامٌ

وَفِي ظُلْمِ اللَّيَالِي كَاللَّائِي

میرے مرید موسم گرامیں روزہ رکھتے ہیں اور راتوں کی تاریکی میں عبادت کی خوشی
سے، امتیوں کی طرح چمکتے ہیں۔

وَكُلُّ وَلِيٍّ لَهُ قَدَمٌ وَإِنِّي

عَلَى قَدَمِ النَّبِيِّ بَدْرُ الْكَمَالِ

ہر ایک ولی کے لئے ایک قدم یعنی مرتبہ ہے اور میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم
کے قدم مبارک پر ہوں جو آسمانِ کمال کے بدرِ کمال ہیں۔

نَبِيٍّ هَاشِمِيٍّ مَكِّيٍّ حَبَابِيٍّ

هُوَ جَدِّي بِهِنَبَلْتُ الْمَوَالِي

وہ نبی مکرم ہاشمی، مکی اور مجازی میرے جدِ پاک ہیں۔ انہیں کی رسالت سے میں
نے بزرگی کر پایا۔

مُرِيدِي لَا تَخَفْ وَأَشْرِ فَايِي

عَزُومُ قَاتِلٍ عِنْدَ الْقِتَالِ

میرے مرید! تو کسی جنگِ خورِ شریر سے نہ ڈر کیونکہ میں لڑائی میں اولوالعزم اور
دشمن کو قتل کرنے والا ہوں۔

أَنَا الْجَيْلِيُّ مُجَى الدِّينِ إِسْمَعِي
وَأَعْلَامِي عَلَى سَرَائِسِ الْجِبَالِ

میں گیلان کا رہنے والا ہوں اور مجی الدین میرزا نام سے اور میرے خفیض و رفیق تھے
نشان پہاڑوں کی چوٹیوں پر لہرا رہے ہیں۔

أَنَا الْحَسَنِيُّ وَالْمُخَدَّعُ مَقَامِي
وَأَقْدَامِي عَلَى عُنُقِ الرِّجَالِ

میں حضرت امام حسن علیہ السلام کی اولاد سے ہوں اور میرا مرتبہ مخدع (خاص مقام)
اور میرے قدم اولیاء اللہ کی گردنوں پر ہیں۔

وَعَبْدُ الْقَادِرِ الْمَشْهُورِ إِسْمِي
وَجَدِّي صَاحِبُ الْعَيْنِ الْكَمَالِ

اور عبد القادر میرزا مشہور و معروف نام ہے اور میرے نانا پاک یعنی سرکار عالیاں
صلی اللہ علیہ وسلم خیر کمال کے مالک ہیں۔

—*—

تَقْبَلْنِي وَلَا تَرُدُّ سَوْأِي
أَعْتَبْنِي سَيِّدِي أَنْظِرْ حَيَاتِي

مجھے منظور فرمائیے اور میرا سوال رو نہ کیجئے، میری فریاد سنی کیجئے، میرے آقا! میرا حال ملاحظہ فرمائیے
*

أَنَا الْبَانِرِيُّ أَشْهَبُ كُلِّ شَيْخٍ
وَمَنْ ذَا فِي الرِّجَالِ أَعْطَى مَنَائِي

جس طرح بانرا شہب (سیاہ و سفید پرول والا باز) تمام پرندوں پر غالب ہے، اسی طرح میں
تمام شاخ پر غالب ہوں۔ تباؤ مرد و بن خدا میں سے کون ہے جس کو میرے جہاد تیر کی گناہ